تحقیقاتِ رضویہ
و
تشریحاتِ نوریہ
از
جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری
خلیفۂ حضور تاج الشریعہ بریلی شریف
صدر شعبۂ افتاء جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

"نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن ــ بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں"

تحقیقات رضویہ

و

تشریحات نوریہ

از

جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ بریلی شریف

صدر شعبہ افتاء جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور یوپی

اراکین ضیائے برکات ایجوکیشنل سوسائٹی۔ بلہور۔ کانپور

" نذرِ عقیدت "

تحقیقات رضا سے ماخوذ کچھ منتخبات کا یہ حسین گلدستہ

جسے میں ایسی عظیم یکتائے زمانہ ہستی جس کے روئے منور میں سرکار غوث اعظم کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جس کے بے باک قلم میں کلک رضا کا جاہ وجلال نظر آتا ہے، جس کے اتباع شریعت میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کا زہد وتقویٰ نظر آتا ہے یعنی تاج الشریعة ، بدر الطریقة ،افقه الفقهاء ،قدوة العلماء،زبدة العرفاء ،فخر ازهر الحضرة العلامة ومولٰنا والمفتی والمولوی والحافظ والقاری والحاج **محمد اختر رضا خاں الصاحب**

الازہری والقادری والبرکاتی والرضوی (ادام اللّٰہ برکاته القدسیة)

جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند وقاضی القضاۃ فی الهند بریلی شریف

و

اختر برج رضا، نیر جود وسخا، عسجد علم وحکمت، گوہر نور ونکہت، شیخ طریقت، رہبر شریعت، قائد اہلسنت، پاسبان ناموس رسالت، مفکر قوم وملت، ماحی شرک وبدعت، شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولٰنا الحاج **محمد عسجد رضا خاں صاحب رضوی نوری ازہری مدظلہ العالی**

ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا مرکز نگر سی بی گنج بریلی شریف یوپی

کی بارگاہ عالی وقار میں بطور نذر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

قبول سرکار ہے تمنا

محمد رفیق الاسلام نوری منظری

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ یکم دسمبر 2014ء

خادم دار الافتاء الجامعۃ العربیہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور

تقریظ جلیل

از

اعلم علماء بلد مظہر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی محمد الیاس خاں صاحب نوری

صدر سنی جمعیۃ العلماء یوپی و پرنسپل مدرسہ تعلیم القرآن شتر خانہ کانپور

☆

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

علوم عقلیہ میں دلچسپی رکھنے والے علوم نقلیہ میں خدمت انجام دینے والے حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب نوری خلیفہ حضور تاج الشریعہ ایک لائق مدرس بہترین فقیہہ نامور خطیب باصلاحیت مصنف کے علاوہ ان کی تحریروں میں تحقیقی جھلک بھی خوب سے خوب تر نظر آرہی ہے اگرچہ تحقیق کا میدان کافی وسیع اور جفاکش ہے۔ بالخصوص دینیات میں اور وہ بھی مسلک اعلیٰ حضرت میں مزید براں زمانہ موجودہ کے اس پرفتن دور میں فاضل موصوف نے ان پریشانیوں کی پرواہ کئے بغیر جس انداز سے کچھ مسائل میں تحقیقی کارنامے انجام دیئے ہیں وہ لائق تقلید کے ساتھ ہی قابل ستائش بھی ہیں۔

مصنف کی کچھ کتابوں کو پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں ایک اور خوبی جو میرے سامنے ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ دنیاء اسلام کے عظیم محقق فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات سے ہی انھوں نے استفادہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی نورانی شعاعوں سے ان کی کتابوں کا ہر ایک صفحہ تابناک نظر آتا ہے اس کی مثال یہ کتاب ''تحقیقات رضویہ وتشریحات نوریہ'' ہمارے سامنے ہے اسے دیکھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ مصنف کے دل میں تحقیق کا خمار نہیں بلکہ اسلاف کے اتباع کی جانثاری اور وفاداری ہے۔ مصنف کے منتخب عناوین میں جہت قبلہ بھی ہے۔ مغرب وفجر کے مابین کا خط امتیاز بھی چاند سے متعلق شہادت بھی ہے، سورج کی ضخامت بھی، مسلک اعلیٰ حضرت بھی ہے اور ایک حدیث پاک بھی، مغلق ترین ان موضوعات کا اختتام انھوں نے ایسے خوش اسلوبی سے کیا ہے جسے دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان محنتوں کو قبول فرمائے اور مزید دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد الیاس خاں نوری

پرنسپل مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ شتر خانہ کانپور

تأثـــرات

از

مدبر عصر مفکر دہر حضرت علامہ ومولانا الحاج محمد انیس الرحمٰن صاحب قبلہ نوری مدظلہ العالی

خلیفۂ حضور اویس ملت بلگرام شریف

پرنسپل الجامعۃ العربیہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور

" فتاوائے رضویہ تحقیق کا خزانہ "

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفضل کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے جس کی رفعت شان کے برابر مابعد والوں میں تو کیا معاصرین میں بھی دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا ہے۔

فتاوائے رضویہ علوم وفنون کا ایک ایسا انمول خزانہ ہے جس کی مالیت کا صحیح اندازہ سلاطین زمانہ بھی نہیں لگا سکتے ہیں۔ محققین کی تحقیقات سے ایک عالم اس پر قیاس آرائیاں ہی کر سکتا ہے۔ ماہر علوم جدیدہ عزت مآب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مجددی پاکستانی فرماتے ہیں .... " فاضل بریلوی تبحر عالم، بلند پایہ فقیہہ ومحقق ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن وری میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق ومحبت کی آئینہ دار ہیں اس حیثیت سے آپ نعت گوشعراء کے سرتاج اور امام ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی ایسی قابل رشک اور لائق صد افتخار ہستی کا نام ہے جو علم ودانائی فکر وتدبر، استقامت واستدلال، دیانت وصداقت، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، تحقیق وتدقیق میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی عرق ریزیوں سے فکر ونظر کے ایسے ایسے انقلاب نے جنم لیا کہ جن کے انوار وتجلیات سے بہتیرے گلہائے رنگا رنگ وجود میں آئے اور فکر وتحقیق کے بہت سے گوشے روشن ہوئے۔

(دائرۂ معارف امام احمد رضا لاہور)

فاضل پروفیسر صاحب یہ کیوں نہ لکھتے جبکہ انھوں نے فتاوائے رضویہ کو سمجھنے میں کافی محنت صرف کی تھی جو دراصل تحقیقات کا عظیم خزانہ ہے۔ مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے اس ادارہ کو ایسی خدمت کی توفیق عطا فرمائی جو باعث تھکن نہیں بلکہ وجہ تسکین ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی یہ عظیم خدمت ہمارا ادارہ انجام دے رہا ہے۔ یوں تو جب سے یہ ادارہ قائم ہوا اپنے کو قوم کا خادم ہی سمجھا اور خدمت کا یہ تسلسل بحمدہٖ تعالیٰ آج کافی ترقی کر چکا ہے جس کی ایک سنہری کڑی "تحقیقات رضویہ وتشریحات نوریہ" نام کی یہ کتاب ہے اس کی تصنیف میں ماہر علوم عقلیہ واقف اسرار نقلیہ حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری خلیفہ حضور تاج الشریعہ بریلی شریف نے کس قدر محنت وعرق ریزی سے کام لیا ہے، آپ اس کے مطالعہ سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں، یہ دراصل مفتی صاحب قبلہ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جنھیں مختلف ضرورت کے تحت مختلف اوقات میں آپ نے تحریر فرمایا جو فتاوائے رضویہ سے متعلق ہیں اس کتاب کے ذریعہ کچھ مسائل رضویہ کی ایسی وضاحتیں سامنے آئیں جن سے دور حاضر کے اکثر علماء نا آشنا ہیں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

محمد انیس الرحمٰن نوری

2/12/14

از حضرت علامہ ومولانا محمد عالم رضا صاحب نوری
قاضی شہر کانپور یوپی

ایک عالِم میں عالَم ہے

محافظ کتب حرم حضرت علامہ ومولانا سید محمد اسمٰعیل ابن خلیل علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایکبار مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک مراسلہ تحریر فرمایا جس کے ذریعہ متعدد علوم وفنون کے کچھ مسائل دریافت کئے گئے تھے آپ کا شمار خود بھی ممتاز مفتیان کرام میں ہوتا تھا، جب مستفتی محافظ کتب حرم ہوں تو پھر سوالات کس معیار کے رہے ہونگے۔اس بارے میں اندازہ لگانا کوئی دشوار نہیں رہ جاتا ہے اسی مراسلہ میں محقق بے بدل فاضل بریلوی کی شان میں آپ نے ایک شعر تحریر فرمایا تھا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

یعنی شخص واحد میں دنیا کو جمع کر دینا اللہ تعالیٰ پر محال نہیں۔

انسان کی فضیلت علم سے ہے چاہے اس علم کا تعلق کسی بھی فن سے ہو اسی علم کی وجہ سے کوئی مفتی بنا، کوئی محدث بنا، کوئی مفسر بنا، کوئی مورخ بنا، کوئی موقت بنا، کوئی فقیہ بنا، کوئی ادیب بنا یعنی ہر فن میں کسی نہ کسی کو شہرت ضرور ملی ان میں سے اگر کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو دیگر فنون میں اس کی وجہ سے کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوتا ہے مثلاً ایک محدث کا اگر انتقال ہوجائے تو دارالافتاء کی فتویٰ نویسی پر اس کا کوئی منفی اثر نہیں پڑیگا بلکہ اس کی وجہ سے عالم اسلام کو بھی علم حدیث کے بارے میں کوئی خطرے کا اندیشہ نہ ہوگا ہاں ایک نقصان کا احساس اس ادارہ کا ضرور ہوگا جس سے اس محدث کا تعلق رہا لیکن ایک بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ہر ایک فن کے ماہر کو اس کی طرف منسوب کوئی جدید نام دیا گیا اگر یہ سارے فنون ایک فرد میں جمع ہوجائیں تو اسے ان میں سے کسی بھی نام سے مختص نہیں کیا جائیگا بلکہ اسے عالم کہنا زیادہ مناسب رہیگا۔اسی لئے غالباً اوائل سے لیکر اواخر تک سارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ " **موت العالِم موت العالَم** "ایک عالم کا انتقال عالم کی موت ہے اس پر ذہن وفکر میں یہ سوال آیا ہوگا کیا ایسا بھی کوئی عالم ہوسکتا ہے جو ان سارے علوم پر مہارت رکھتا ہو؟

اسی کا جواب حافظ کتب حرم نے دیا تھا کہ عالم کو ایک فرد میں جمع کر دینا اللہ کے لئے محال نہیں ہے اور فاضل بریلوی کے پاس اس خط کو بھیج کر آپ نے زمانے والوں کو بتا دیا تھا کہ اس دور میں ایسا عالم بریلی کا احمد رضا ہے وہ عالم ہی نہیں اس میں عالمَ ہے یہ چند فنون ہی نہیں پچپن علوم وفنون پر جس کی کتابیں موجود ہیں یقیناً ایسے عالم کا انتقال عالَم کی موت ہے۔

سیاح یوروپ وافریقہ مناظر اسلام علامۂ زماں خطیب ذیشان واعظ شیریں بیان حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ عبدالعلیم صاحب میرٹھی صدیقی قادری کو جب حج کی سعادت ملی اور انھوں نے عربی علماء کے درمیان امام احمد رضا کی علمی صولت کو دیکھا تو شرف زیارت کے لئے بے قرار ہو گئے، پھر جب وہاں سے ہندوستان لوٹے تو فاضل بریلوی کے علمی دربار میں پہونچ کر یوں فریاد کرنے لگے.....................

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جان عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
تم ہی پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

ایسے عظیم محقق کی تحقیقات کیا کیا ہیں ایک فرد واحد اس دور میں اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے اسی لئے تو حضور حافظ ملت نے فرمایا تھا کہ "وہ تنہا سیکڑوں یونیورسٹیوں پر بھاری تھے" اس محقق اعظم کی تحقیقات کے یہ چند نمونے ہیں جنھیں "تحقیقات رضویہ وتشریحات نوریہ" میں دیکھنے کا موقع ملا حقیقت میں یہ حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب قبلہ نوری خلیفہ حضور تاج الشریعہ کی خداداد صلاحیت وعطائے رضا کا حسین ثمرہ ہے کہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں جو ان کی مہارت کا بہترین نمونہ ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدمت مسلک اعلیٰ حضرت کی توفیق عطا فرمائے............آمین

محمد عالم رضا نوری
قاضی شہر کانپور یوپی
29 نومبر 2014ء

فہرست مقالات

کلامِ اعلیٰ حضرت

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو
ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطردان ہے

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

دنیاءاسلام کی عالم گیر شخصیت امام اہلسنت کی تشریحات کے آئینے میں جلوہ فرما "ایک حدیث پاک"

☆

اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم

جوامع الکلم ﷺ کا ایک محیر العقول معجزہ اعلیٰحضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے اس حدیث پاک کا ایسا روح پرور ایمان افروز مفہوم بیان فرمایا جس سے اس حدیث پاک کی جلوہ آرائیوں سے وہ وادیاں اور جبال بھی رشک ماہ ونجوم بن گئے جن میں وقت فجر اور مغرب کے درمیان کا خط امتیاز تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا یہ مبارک حدیث صحیح بخاری۔ وصحیح مسلم۔ سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی۔ ومسند امام احمد میں موجود ہے اور جان شان عدالت زینت مسند خلافت متمم الاربعین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے مروی ہے، فقہ حنفی کی مائیہ ناز کتاب فتاوائے رضویہ جلد دوم ص/265 میں بھی موجود ہے، اسی توسط سے میرے اس مضمون کی کلاہ صد افتخار ہے اس کا ترجمہ سرکار اعلیٰحضرت نے خود یوں تحریر فرمایا ہے "جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا"۔ اس سلیس اور دلکش ترجمہ کے باوجود مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مقصود ضو۔ فاضل بریلوی کی اس رہنمائی سے حدیث پاک کا فیضان کرم عام سے عام تر نظر آنے لگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اس کلام بلیغ میں چار افعال کا تذکرہ فرمایا ہے۔ **اقبل ،ادبر، غربت اور افطر**۔ ان میں تین مزید فیہ اور ایک مجرد، لفظی تحقق میں جس طرح مزید فیہ مجرد پر موقوف ہے اسی طرح ان چاروں میں بھی ثلاثی ،مزید فیہ کا ہر ایک مفہوم مجرد کے مفہوم پر موقوف ہے چونکہ معنوی اعتبار سے اصل کردار کا حامل یہاں بھی غروب آفتاب ہے جو غربت صیغۂ مجرد سے مترشح ہے کہ رات کا آنا دن کا پیٹھ دکھانا، روزہ کا پورا ہونا اسی غروب آفتاب پر موقوف ہے اور یہ ثلاثی مجرد

ہے، یہ مبارک حدیث جملہ شرطیہ پر مشتمل ہے جبکہ تین شرطوں کے بعد جز اایک ہی ہے اگر ہر ایک جزء کو معنی حقیقی پر محمول کیا جائے تو تینوں شرط ایک دسرے کو متلازم ہیں کہ جب اقبال لیل ہوگا تو ادبار نہار ضرور ہوگا پھر یہ دونوں غروب شمس سے قبل متصور نہیں ہیں۔ لہٰذا حدیث پاک کا پورا مفہوم ادا کرنے کے لئے ایک شرط کافی تھی یعنی......**اذا اقبل اللیل من ھٰھنا فقد افطر الصائم**، جب ادھر سے رات آئے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا یا پھر جملہ یوں ہوتا...**اذا ادبر النھار من ھٰھنا فقد افطر الصائم** جب ادھر سے دن پیٹھ دکھائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا یا پھر...**اذا غربت الشمس فقد افطر الصائم** ہوتا تو مفہوم ان دونوں مفہوم سے جدا نہیں بلکہ وہی ہے تو پھر تین شرطوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے کس چیز کی تعلیم عطا فرمائی؟..........اس مخفی خزانہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے امام اہل سنت نے فرمایا کہ "لیل" سے مراد سیاہی "دن سے مقصود "ضو" ہے۔

"سیاہی" اور "ضو" کی تحقیق

سطح زمین پر سب سے زیادہ روشن اور تابناک خطہ وہ ہوتا ہے جس کے سر پر سورج ہو پھر اس کے مقاطر کا حصہ تاریک ترین ہوگا یہ دراصل زمین کا سایہ ہوتا ہے، یہ سایہ ایک مینار کی شکل میں ساڑھے نو لاکھ کلومیٹر سے بھی زیادہ طویل ہوتا ہے اور سورج کی رفتار سے مغرب کی طرف محو سفر ہوتا ہے دونوں کی منزل ایک ہی نصف النہار ہے، ایک قوس نہاری میں تو دوسرا قوس لیلی میں لیکن میل میں ایک دوسرے کا مخالف ہے، سورج شمالی ہو تو سایہ جنوبی ہوگا وبالعکس معدل سے دونوں کا عرض برابر ہوگا مثلاً اتر پردیش کا مشہور شہر الہ آباد کو پیش نظر رکھیں، اکیس ۲۱/دسمبر کو کرۂ زمین پر رات کے بارہ بجے کے آس پاس یہاں کی رات تاریک ترین ہوگی، اس وقت اتنی تاریک رات بلا عوارض پورے روئے زمین میں کہیں نہیں ہوگی کہ دائرۂ یومیہ اور دائرۂ نصف النہار دونوں اعتبار سے آفتاب الہ آباد سے غایت بعد میں ہوگا پھر یہ تاریکی سورج کی رفتار سے مغرب کی طرف اسی عرض پر مائل ہوگی، بتدریج اس تاریکی میں سست روی کے ساتھ ضعف آتا جائے گا، پھر اس کا اختتام طلوع آفتاب پر ہوگا۔ پھر یہ شہر شمسی

کرنوں سے چمک اٹھے گا اور اس پر افق مشرق سے تجلیات کی بارش ہوگی، بتدریج کرنوں میں تیزی آئیگی اس ترقی کا اختتام شمس کی غایت ارتفاع پر ہوگا بہرحال سورج اور سائے کی یہ آنکھ مچولی جاری رہیگی کسی بھی آبادی کو اپنے افق حقیقی پر چوبیس گھنٹے میں دوبار ایک ساتھ ان دونوں کا دیدار ضرور ہوگا اگر وہ آبادی عامۂ معمورہ کی ہو،لیکن غروب کے وقت یہ سایہ مشرق میں ہوگا اور بوقت طلوع مغرب میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے لفظ''سیاہی'' سے ہمیں اسی سایہ کی تعلیم فرمائی ہے۔حدیث پاک میں بھی لفظ''لیل'' سے یہی سیاہی یعنی زمین کا سایہ مراد ہے جو غروب آفتاب سے پانچ منٹ پہلے بھی نظر آسکتا ہے گرچہ یہ سیاہی بھی رات ہی کا حصہ ہے اس لئے کہ ظل زمین ہے لیکن اس کو رات نہیں کہہ سکتے ہیں کہ غروب آفتاب میں ابھی پانچ منٹ باقی ہے، یہاں دن میں رات داخل ہے، جیسے صبح کاذب کی دلفریبی شعاع شمس کی ہی کارستانی ہے پھر بھی اس کو صبح صادق کہنے کے لئے کوئی تیار نہیں کہ صبح صادق دن کا جزؤ ہے ، یہاں رات میں دن داخل ہوگیا۔غالبًا اسی لئے سرکار اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا......''ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیت کریمہ **تولج الليل فى النهار وتولج النهار فى الليل** کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں''۔

(فتاوائے رضویہ ج/2ص/264)

اسی طرح سورج جب افق مغرب میں ہو تو اس وقت زمینی بخارات اور فضائی کثافت سے شمسی کرنوں کے زبر دست مقابلہ میں بخارات وکثافت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ نصف النہار میں عالم نسیم کی کثافت صرف چوراسی کلومیٹر تک محدود تھی لیکن اس وقت اس کی مسافت جانب افق ایک ہزار چھیانسٹھ کلومیٹر تک طویل ہے، کرنیں اگرچہ آبادی تک رسائی کے لئے بہت سعی کر رہی ہیں لیکن انکے راستے میں حائل رکاوٹیں نصف النہار کے مقابلہ میں بارہ گنا سے زائد بڑھ چکی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی کوششیں لاحاصل رہتی ہیں،اس کے باوجود اس جدوجہد میں ان کرنوں کا عکس پوری طرح ناکام نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ جھلکیاں یہاں تک پہونچ رہی ہیں اور سطح زمین سے کچھ بلندی پر وہ صاف نظر بھی آتی

ہیں، حالانکہ آفتاب زیر زمیں پہونچ چکا ہے اور افق حقیقی کو عبور کر چکا ہے جیسا کہ امام اہل سنت فرماتے ہیں .... '' پہلے سیاہی اٹھتی ہے اس وقت اگر افق صاف اور بخار وغبار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی، بلکہ قلل جبال وعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے۔

(فتاوائے رضویہ ج/2 ص/265)

حدیث پاک میں لفظ '' نہار '' سے اسی عکس کی عکاسی ہو رہی ہے ورنہ '' وغربت الشمس '' بے معنی ہو کر رہ جائیگا۔ لفظ '' ضوء '' سے سرکار اعلیحضرت نے اسی کی تعبیر فرمائی ہے۔ اب اس حدیث پاک کا پورا ترجمہ یہ ہوگا..... '' جب اِدھر سے سیاہی آئے اور ادھر سے '' ضوء '' پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا ''۔

ظاہر ہے کہ سیاہی کا آنا افق مشرق سے ہوگا، ضوء کا پیٹھ دکھانا افق مغرب سے ہوگا لیکن ان دونوں میں سیاہی کے آنے کو تقدم حاصل ہے کہ سورج افق حقیقی کو ابھی بس چھونے کی کوشش ہی کر رہا ہے، ادھر سیاہی نظر آجائیگی اور افق سے کافی بلند نظر آئیگی حالانکہ وہ مقاطر شمس میں ہے تو پھر بالائے افق نظر آنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے ایسا تو نہیں کہ سایہ کسی اور سیارہ کا ہو؟........ ظل زمین تو مقاطر شمس میں ہے جو ابھی زیر افق ہے اس لئے کہ مغرب میں ابھی سورج بالائے افق ہے اور افق کو اپنے مغربی کنارہ سے چھونے کی کوشش کر رہا ہے اہل ہیئت کے لئے یہ مسئلہ لاینحل تھا، لاکھوں گلہائے عقیدت نچھاور ہوں اس عظیم محقق کے روضۂ پرانوار پر جس کے قلم کی ایک جنبش نے اس کوہ پیکر اشکال کو ریزہ ریزہ کر دیا اور دائرۂ افق سے سارے حجابات اٹھتے چلے گئے کہ یہی حال سورج کا بھی ہے، دونوں طرف زیر افق ہونے کے باوجود بالائے افق نظر آتا ہے عظیم محقق کا ارشاد ہے '' شعاع بصر کا پہلے اس ملاء کثیف پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گذر کر افق میں پہونچنا حکیم عز وجل کے حکم سے اشعۂ بصریہ کے لئے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب مشرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب با آنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا، دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ وتاب میں

رکھااور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا ....اس کی مقدار اوسطاً ۳۳ر دقیقۂ فلکیہ ہے (فتاوائے رضویہ ج ر4 ص ر645) شعاع بصری کے اس انکسار نے اس وقت بھی سیاہی کو دیکھ لیا جبکہ وہ زیرِ افق تھی ،اور سورج بالائے افق غایت قرب میں تھا اور دیکھنے والے کو سیاہی کا بھی بالائے افق ہونے کا دھوکہ ہوا،اسی طرح جانب مغرب افق حقیقی کو عبور کرنے کے بعد بھی آفتاب نظر آتا رہتا ہے اور سایہ اور سورج دونوں کا ایک ساتھ بالائے افق ہونے کا ہمیں دھوکہ ہوتا ہے، یہ دراصل اسی انکسار کا کمال ہے جیسا کہ کار میں ڈرائیور کے دائیں عقب نما شیشہ پر گاڑیاں دائیں طرف سے آتی نظر آرہی ہیں کہ یہاں بھی شیشہ کی صقالت سے شعاعوں کا انکسار ہوا اور عقب سے یمین کا دھوکہ ہوا، افق میں بھی یہی صورت درپیش ہے فرق اتنا ہے کہ کار میں یہ انکسار سوڈگری سے زائد کا ہے جبکہ افق میں یہ ۳۳ر منٹ کے آس پاس ہے یہی وجہ ہے کہ زیرِ افق کی کچھ چیزیں ہمیں بالائے افق نظر آرہی ہیں اسی کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا " اذا اقبل الليل من ههنا " جب اِدھر سے سیاہی آئے "و اذا ادبر النهار من ههنا " اور جب ادھر سے 'ضوٗ' پیٹھ دکھائے پھر بھی افطار صیام میں جلدی نہ کرنا کہ ابھی غروب آفتاب باقی ہے زبان رسالت سے مرتب الفاظ مبارک کے بعد نظام شمس کی کیا مجال کہ سلطان زمان ومکان کے فرمان عالیشان سے سرِمو انحراف کی جرأت کرسکے۔

حدیث پاک کی ترتیبی شعاعوں کی یہاں نفس الامر میں خوب خوب جلوہ آرائی ہورہی ہے کہ پہلے اقبال سیاہی، پھر کچھ دیر بعد ادبار ضو، پھر کچھ دیر بعد غروب آفتاب پھر افطار صوم، روزہ کا پورا ہونا غروب آفتاب پر موقوف ہے،غروب کو افطار پر تقدم حاصل ہے لیکن یہ ذاتی ہے، زمانی نہیں کہ فرمان والا شان میں دونوں کا ورود بلا فصل ہے تو زمانہ کو دخل اندازی کی ہمت کیسے ہوگی۔ادبار پر اقبال کا تقدم زمانی ہے جو " من ههنا " کے فصل کا مظہر ہے،اسی طرح ادبار کا تقدم غروب پر زمانی ہے کہ یہاں بھی " من ههنا " کی حکمرانی ہے،لیکن غروب کا تقدم روزہ کے پورا ہونے پر زمانی نہیں جو غروب وافطار کے بلا فصل ورود پر نظام شمس

کی طرف سے خراج تقلید ہے،کوئی ماسبق پر اس کو بھی قیاس نہ کرے اور نہ ان دونوں میں زمانہ کا فصل کرے۔لھذا..... لفظ " قد " سے ان کے متحد فی الزمان ہونے کی تحقیق ہے غور سے تو دیکھو سلطان کونین کے مبارک فرمان " اذا غربت الشمس فقد افطر الصائم " کے انوار و تجلیات سے دائرۂ افق کیسا جگمگا رہا ہے۔

شفق اور صبح کا خط امتیاز

بیان ماسبق سے واضح ہے کہ مذکورہ حدیث پاک میں غروب آفتاب سے قبل "اقبال لیل" اور "ادبار نہار" کی نشان دہی فرمائی گئی ہے۔ہمارے اذعان اور یقین کیلئے تو اس قدر رہنمائی کافی تھی پھر اسی پر ہمارا مشاہدہ بھی اطمینان قلب کو تقویت دے رہا ہے، اسی "اقبال" اور "ادبار" کو ہم اپنے مشاہدات کے آئینہ میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔دشت یا بیابان ہو،انتیسویں رات کی گہری تاریکی ہو،درمیان میں ایک آدمی ہو اسے گرد و پیش کی کوئی شئ نظر نہیں آئیگی،اس سے تین سو میٹر کی دوری پر ایک مشعل جلنے لگی گرچہ اس آدمی کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آرہا تھا لیکن اسے یہ مشعل نظر آئیگی بلکہ اس کی ہلکی کرنوں کا اسے بھی مشاہدہ ہوگا، وہ مشعل اس کی طرف بڑھنے لگی ہر ایک قدم میں ان دونوں کے درمیان کا بعد کم ہوتا جائیگا اور اس آدمی کے پاس سے تاریکی کی رخصتی شروع ہو جائیگی اور تین سو میٹر دور جہاں پہلے مشعل تھی اس طرف مشعل کی رفتار سے اندھیرے کی آمد ہوگی اور جب تک مشعل اور آدمی کے درمیان بعد میں تناقص کا سلسلہ رہیگا تو یہاں "اقبال ضو" اور "ادبار سیاہی" ہوگا پھر اس بعد میں تزائد کا سلسلہ ہو تو یہاں "اقبال سیاہی" اور "ادبار ضو" ہوگا۔

تاریکی میں آدمی مثل وہ آبادی ہے جہاں کا وقت مطلوب ہے۔مشعل سورج ہے،تاریکی سیاہی ہے،اور مشعل کی روشنی سورج کے اجالے کی طرح ہے۔" اذا اقبل اللیل من ھھنا واذا ادبر النھار من ھھنا " کی دلکش شعاعیں ہمارے ذہن و فکر پر اسی طرح کے عکس ڈال رہی ہیں اس روشنی میں وہ خط امتیاز صاف نظر آرہا ہے جو کیس (21) دسمبر کو روسی

شہر (Verkhuyansk) ورکھویانسک کے وقت فجر اور وقت مغرب کے درمیان ہے، یہاں کی رات کافی طویل ہوگی خون منجمد کر دینے والی سردی کے علاوہ کہرے کی دبیز چادر کی وجہ سے اس تاریکی میں اور اضافہ ہوگا، وہاں کی تعدیل ایام پر قریب چھ بجے اندھیرے کے پردے پر نقطۂ مشرق کے پاس بالائے افق صبح کاذب کی سپیدی اپنا جلوہ دکھائیگی، سبک روی کے ساتھ دبے قدموں سے جنوب کی طرف بڑھتی جائیگی، یہاں تک کہ سات بجکر اڑتالیس (7:48) منٹ پر تقریباً فجر کا وقت شروع ہوگا، اس لئے کہ اس شہر کا عرض 68 ڈگری شمالی ہے قاطع عرض 2.6695 اور جیب 18 ڈگری 309. ان دونوں کا حاصل ضرب 824875. ہوا۔ پھر حاصل ضرب کو جم میل پر تقسیم سے نتیجہ 89885. آیا، جدول جیب میں اس کے درجات 64 آئے، اس میں سے ایک درجہ ستائیس دقیقہ کے اسقاط سے 62 ڈگری 33 منٹ کی مقدار باقی رہی جس کا وقت چار گھنٹہ دس منٹ سے زائد ہے، جبکہ وہاں کی تعدیل ایام کے مطابق تقریباً گیارہ بجکر اٹھاون منٹ (11:58) منٹ پر نصف النہار ہوگا، اس سے چار گھنٹہ دس منٹ کو ساقط کیا تو سات بجکر اڑتالیس منٹ (7:48) کا وقت آیا، یہی وہاں کا طلوع فجر ہوگا، یعنی چار گھنٹہ دس منٹ کا وہاں طویل وقت فجر کے لئے پایا جائیگا۔

طلوع فجر کے بعد تدریجاً اس کے اجالے میں بھی اضافہ ہوتا جائیگا، نقطۂ جنوب کی طرف اس کی افزودگی زیادہ ہوگی اس اضافہ کے ساتھ ہی بیاض میں شدت آتی جائیگی، اس شدت میں کافی سست روی ہوگی، اسی رفتار میں اس میں سرخی کی آمد بھی شروع ہو جائیگی، گیارہ بجے تک اس کا بیاض قریب قریب سرخی میں تبدیل ہو جائیگا، مزید اس کی سرخی میں بھی شدت آتی جائیگی، کچھ ہی دیر میں یہ مغربی افق پر بھی نظر آنے لگے گا، اسی وقت سے "ورکھویانسک" کا مسئلہ الجھن کا شکار نظر آیا کہ افق کی قوس مغربی پر سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے، لہٰذا یہ وقت مغرب ہوگا لیکن یہ سرخی قوس مشرق پر زیادہ ہوگی جو وقت فجر پر دال ہے افطار صیام کا مسئلہ بھی اس الجھن سے آزاد نہیں رہیگا، یعنی فجر اور مغرب کے درمیان کا خط امتیاز یہاں بظاہر غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے لیکن مذکورہ حدیث پاک نے اس کی

واضح نشاندہی فرمائی ہے۔افطار صوم سے پہلے جن تین چیزوں کا تذکرہ ہے ان میں سب سے پہلے "اذا اقبل الليل" کے مبارک الفاظ ضو فگن ہیں اور یہ وقت یہاں کے باشندوں کے لئے ایسا ہوگا کہ شمال کی طرف تاریکی چھائی رہیگی ،زیادہ تر تاریکی شمال ومغرب میں ہوگی ، بغور دیکھنے والوں کو "اقبال لیل "کی جگہ "ادبار لیل " کا احساس ہوگا،اور حدیث پاک میں دوسرا فعل تھا۔

"واذا ادبر النهار " جب "ضو " پیٹھ دکھائے نقطۂ جنوب پر پوری طرح سے اجالا پھیل چکا ہوگا بلکہ اس اجالا میں شدت کی سرخی ہوگی اور یہ ہر آنیوالی گھڑی میں ترقی پذیر ہوگی۔لھذا مذکورہ آبادی کی طرف اقبال نہار ہوگا کہ ہر ایک منٹ سابق میں سورج اور اس آبادی کے درمیان واقع بعد میں تناقص ہوتا جائیگا،نہ اقبال لیل پایا جائیگا،نہ ادبار نہار بلکہ منظر بالکل برعکس نظر آئیگا اگرچہ افق مغرب میں ابھی کافی اجالا ہے پھر بھی اس کو مغرب کا وقت نہیں کہا جائیگا،اسلئے کہ اقبال لیل اور ادبار نہار ابھی آیا ہی نہیں تو غروب آفتاب کا سوال ہی نہیں اس لئے کہ سورج کا ہر ایک قدم اسے آبادی سے قریب کررہا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا،جب تک کہ وہ غایت ارتفاع تک نہیں پہونچ جاتا ہے،گیارہ بجکر اٹھاون منٹ (11:58) پر سورج اس منزل پر فائز ہوگا۔لھذا گیارہ بجکر انسٹھ منٹ (11:59) پر غروب آفتاب ہوگا۔

مطالع حدیث کی دلکش کرنوں سے یہاں کا خط امتیاز صاف نظر آرہا ہے۔واذا غربت الشمس سے پہلے اذا اقبل الليل اور اذا ادبر النهار کی جلوہ آرائی تو دیکھو کہ یہاں تو سورج طلوع ہی نہیں ہوتا ہے تو اس تاریخ میں غروب کا کیا معنیٰ یہاں تو صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔لہٰذا اسی کا غروب غروب آفتاب قرار پائیگا۔

مطالع حدیث میں صاف یہ مفہوم نظر آرہا ہے"واذا اقبل الليل من ههنا واذا ادبر النهار من ههنا وغربت الشّمس فقد افطر الصائم" جہاں سورج غروب ہو وہاں افطار صیام یا وقت مغرب اسی پر موقوف ہوگا ورنہ اقبال لیل اور ادبار نہار سے

رات کی ابتداء ہوگی جیسا کہ اکیس (21) دسمبر کو ''ورکھویانسک'' کی آبادی کے لئے ہے۔
جب حدیث پاک نے یہاں کا فیصلہ کر دیا تو لندن کا اشکال بھی دور ہوگیا کہ یہ شہر دنیا کے نقشہ میں 51.5072 عرض بلند میں واقع ہے یعنی ساڑھے اکیاون درجہ میں ہے، اس کا تمام ساڑھے اڑتیس درجہ ہے جبکہ میل شمس کلی 23°27´ ہے، لہٰذا 15°03´=23°27´-38°30´ جبکہ وقت عشاء حنفی کے لئے انحطاط شمس کا اٹھارہ ڈگری سے زائد ہونا لازم ہے۔ لہٰذا 18°-15°03´=2°57´ پھر میل شمس 23°27´-02°57´=20°30´ یعنی میل شمس ساڑھے بیس (20) ڈگری سے ہی لندن سے وقت عشاء غائب رہیگا جبکہ یہ میل بھی شمالی ہو کہ لندن کا عرض بلد بھی شمالی ہے، بیس ڈگری تیس منٹ کی جستجو دائرۃ البروج میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ جیب 20°30´ 0.3502 ÷ جیب میل کلی 0.8805=0.3977 جدول جیب میں ساٹھ ڈگری بیالیس منٹ کی یہ مقدار ہے، لہٰذا تقریباً اکیس مئی سے اکتیس جولائی تک لندن سے وقت عشاء کا سقوط رہیگا، اس مدت میں سب سے چھوٹی رات اکیس جون کی ہوگی اس کی تحصیل میں ظل عرض لندن اور جیب میل کلی کے حاصل ضرب پر نصف قطر شمس کے 23 منٹ اور انکسار شعاع بصری کے 33 منٹ کا اضافہ کیا جائے پھر ان تینوں کے مجموعہ کو جم میل کلی پر تقسیم کا ما حصل وقت زائد کی جیبی مقدار ہوگی، مثلاً عرض لندن 51°30´

اس کا ظل	1.2572
x جیب میل کلی 23°27´	.3977
=	.4999

جدول جیب میں اس کی مقدار 30 ڈگری پر 56 منٹ کے اضافہ سے مجموعہ کی جیب 514. مجموعہ 514 ÷ میل کلی کی جیب تمام 9175.=5675. چونتیس ڈگری کی یہ سائن ہے، اس کا وقت دو گھنٹہ سولہ منٹ تعدیل ایام میں قریب دو منٹ کا اضافہ ہوگا۔ مزید ربع دور کے چھ گھنٹے اسی سے ملحق ہونگے، تینوں کا مجموعہ آٹھ گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوا۔ یعنی 21/ جون کو لندن کا سورج آٹھ بجکر انیس منٹ پر غروب ہوگا جبکہ یہی سورج تین بجکر چھیالیس منٹ پر طلوع ہوا

تھا، مذکورہ تاریخ میں یہاں کے باشندوں کو تقریباً ساڑھے سات گھنٹے کی رات ملی لیکن اس عرفی رات میں وقت عشاء نہیں ملا، جبکہ باقی اور دو مہینے کی راتیں اس سے بھی طویل ہوگی، اس میں وقت مغرب مذھب حنفی میں ابھی ختم بھی نہیں ہوگا، افق مشرق میں کافی اجالا پھیل جائے گا ،عرض بلد کی کچھ اور زیادتی پر غروب آفتاب کے ساتھ ہی یہ سپیدی نظر آسکتی ہے۔ لہٰذا مغرب اور فجر کے درمیان خط امتیاز کی معرفت مذکور حدیث پاک سے ظاہر ہے۔

بیان سابق میں گزرا کہ ورکھویانسک میں اکیس دسمبر کو مغربی افق پر سرخی کے باوجود اس وقت کو وقت مغرب نہیں کہا گیا تو یہاں بھی مشرقی افق پر اجالا کے باوجود اس کو وقت فجر نہیں کہا جائیگا کہ غروب آفتاب کے بعد لندن میں مشرق وجنوب سے اقبال لیل کا تسلسل جاری ہے ہر ایک قدم پر سورج بھی لندن سے دور ہو رہا ہے ، جس طرح سے وہاں "ورکھویانسک" میں سورج کے غایت ارتفاع پر شرعی دن کا خاتمہ ہوا تھا اسی طرح یہاں غایت انحطاط پر شرعی رات کا خاتمہ ہوگا "**واذا اقبل اللیل من ھٰھنا واذا ادبر النھار من ھٰھنا وغربت الشّمس فقد افطر الصائم**" کی تابناک روشنی میں نصف النہار کی قوس لیلی پر مرکز شمس کے انطباق سے مغرب وفجر کے درمیان خط امتیاز حدیث پاک کو تہنیت پیش کر رہا ہے۔

الہلال

امام احمد رضا کے دست تجدید کا وہ بیباک قلم، حنفیت کو جس پر ناز ہے، اہل سنت کو جس پر فخر ہے تحقیقات کی سربلندیاں جسے خراج تحسین پیش کرتی ہیں ایسے عظیم محقق کے قلمی گہر پارے کی ایک جھلک یہ ہے کہ علامہ تبریزی اور فاضل بریلوی کی نظر التفات میں رویت ہلال کا ایک سرحدی گوشہ بھی موضوع سخن رہا جو سرکار اعلیٰحضرت سے قبل اکثر علماءِ کرام کے مابین عرق ریزی کا سبب بنتا رہا، اس بارے میں شریعت مطہرہ کے واضح بیان کے باوجود کچھ علماء عقلی ترازو سے اسے تولنے کی جدوجہد میں لگے رہے حالانکہ کسی جگہ اگر رویت ہلال نہ ہوسکی تو دوسری جگہ کی شہادت کو مفتیان کرام قابل قبول مانتے رہے پھر بھی کچھ علماء اس کی بھی حدبندی میں مصروف نظر آئے، ان حضرات کا کہنا تھا جہاں ہلال قابل رویت نہیں تھا وہاں سیکڑوں میل کی دوری سے آنیوالی شہادت مقبول نہیں ہوگی اور نہ اس بنا پر قمری تاریخ کا اعلان کیا جائیگا، اس لئے کہ جہاں رویت ہوئی یہ وہاں کا چاند ہوگا۔

چاند کا قیاس سورج پر :ان لوگوں کا کہنا ہے کہ سواسات بجے ممبئی والوں کو شام کا سورج نظر آئے تو ساڑھے چھ بجے "کولکاتا" والوں کے افطار سے فساد روزہ کا حکم نہیں دیا جائیگا کہ یہاں کا سورج تو زیرز میں جاچکا ہے اور وہ نظر آنے والا ممبئی کا سورج کچھ اسی پر چاند کو بھی قیاس کرلیا گیا جیسا کہ ممبئی کا سورج ہے "کولکاتا" کا وقت نہیں بتا سکتا ہے اسی طرح وہاں کا چاند بھی یہاں کی تاریخ نہیں بتائیگا اسی قیاس فاسد کی بنیاد پر شہادت کی بھی سرحدیں قائم ہونے لگیں مختلف ذہن وفکر نے مختلف سرحدیں قائم کیں۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اس سلسلے میں دس اقوال تو میرے پیش نظر ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں ان میں تاج تبریزی کا قول جس پر کچھ علماء نے اعتماد بھی کیا وہ یہ ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں اختلاف رویت نہیں ہوسکتا ہے۔

تبریزی قول کی حیثیت : اگر اس قول کو قابل اعتماد مان لیا جائے تو اس سے زائد مسافت کی شہادت غیر مقبول ہوگی۔ علامہ رملی شافعی نے اسی پر اعتماد کیا، اپنے والد گرامی کا اسی پر فتویٰ بتایا "ایقاظ الوسنان" میں اسی کو اولیٰ کہا گیا، یہاں تک کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ والرضوان نے بھی حسن ظن پر اسے قواعد فلکیہ پر مبنی قرار دیا یعنی احکام شرع گرچہ ان پر موقوف نہیں پھر بھی اس سے صرف نظر کی یہاں کوئی حاجت نہیں۔ اس سے زائد کی مسافت کی شہادت مقبول نہ ہوگی، یہ ہلال وہاں کی تاریخ بتائے گا جہاں کی رویت ہوئی علامہ شامی کا اسے قواعد فلکیہ پر مبنی قرار دینا دبے الفاظ میں اس کی حمایت کے مترادف ہے۔

تجدیدی قلم نے انگڑائی لی : سرکار اعلیٰ حضرت نے جب اس طرف توجہ فرمائی تو ارشاد فرمایا........" ہرگز قواعد فلکیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں، ایک درجہ زمین یقیناً چوبیس فرسنگ سے کم ہے یہ ۶۹/میل ہے اور وہ ۷۲/میل مگر ایک درجہ بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رویت ممکن..........(اہل ہیئت کے استقرار رائے کو آپ نے پھر یوں بیان فرمایا) نیرین میں بعد سوا دس درجے سے زائد اور بعد معدل دس سے کم نہ ہو زیچ سلطانی میں ہے اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ و بعد سوا از دہ بیشتر باشد ہلال بتواں دید باریک علامہ عبد العلی برجندی اس کی شرح میں فرماتے ہیں........تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زماں ایں ست"

رضوی یلغار :اب فرض کیجئے کہ یہاں وقت غروب بعد سواء "ط" "لط" یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل رویت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴/دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رویت پر آیا بعد دس درجہ سے زائد ہو گیا اور رویت ہو گئی۔

(فتاوائے رضویہ ج/4 ص/631)

علامہ تاج تبریزی کا یہ دعویٰ کہ چوبیس فرسخ سے کم میں رویت ہلال کا اختلاف ممکن ہی نہیں (اگر عوارض مانع نہ ہوں) صرف فرد واحد کی طرف منسوب نہیں تھا تذکرہ

آچکا ہے کہ معاصر علماء کرام کا بھی انھیں کافی اعتماد حاصل تھا، خاصکر علامہ رملی شافعی نے بھی اسی کو اختیار کیا تھا، اسی پر اپنے والد گرامی کا فتویٰ بھی بتایا کرتے تھے ''ایقاظ الوسنان'' میں اسی کو اولیٰ کہا گیا یہاں تک کہ علامہ شامی نے دبے الفاظ میں اسی کی حمایت کی اسی مسئلہ پر جب فاضل بریلوی کی تجدیدی نظر پڑی، قلم نے کروٹ بدلی تو یوں تیور سامنے آیا .... ہرگز قواعد فلکیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں'' (الخ)۔

علامہ تبریزی نے اختلاف رویت کی اقل مقدار چوبیس فرسخ بتائی جبکہ ایک میل ثلث فرسخ ہے۔لھذا چوبیس فرسخ کے بہتر (72) میل ہوئے جبکہ کرۂ زمین کا ایک درجہ انہتر (69) میل ہے یعنی تیئیس فرسخ تبریزی مقدار سے تین میل کم۔فاضل بریلوی نے اختلاف رویت کے امکان کو یہاں ثابت کیا اور جب یہ ثابت،تو تاج تبریزی کا یہ بہتر میل والا دعویٰ باطل اور اس کی حمایت نور صحت سے عاطل۔

آپ نے پہلے فلکی قاعدہ بیان کرتے ہوئے زیج سلطانی کی عبارت پیش کی کہ...... ''اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ و بعد سوا از دہ بیشتر باشد ہلال بتواں دید باریک'' یہ صرف احتمالی قاعدہ نہیں بلکہ علامہ برجندی نے اس کی شرح میں ان دونوں قید کو شرائط میں شمار کیا ہے، فرماتے ہیں.......تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نشود'' زیج سلطانی کی عبارت بتا رہی ہے جب بعد معدل دس درجہ سے زائد ہو اور بعد سواء دس درجہ سے کم نہ ہو تو ہلال باریک نظر آسکتا ہے اس پر علامہ برجندی نے فرمایا جب تک یہ دونوں شرط نہ پائی جائے ہلال نظر نہیں آئیگا۔قواعد فلکیہ کے اسی ضابطہ سے فاضل بریلوی نے علامہ برجندی کے اس دعویٰ کا تعاقب کیا جس میں ہلالی سرحد کی وسعت چوبیس فرسخ بتائی گئی تھی، اور اس کا انداز بیان کچھ یوں ہے............. ''فرض کیجئے کہ وقت غروب بعد سوا دس درجہ سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل رویت نہ تھا اس لئے کہ زیج سلطانی کی عبارت اس بعد کو دس درجہ سے زائد بتا رہی ہے اور علامہ نے اسی کو شرط بتایا جبکہ انتفاء شرط انتفاء مشروط کو مستلزم ہے''

☆ لہٰذا یہاں رویت ہلال کی کوئی سبیل نہیں کہ بعد سوا دس درجہ سے کم ہے اب رویت ہلال

شمس وقمر کی چال: ان دونوں میں ایک حرکت تبعی اسی سے ہمیں شب وروز کا نظارہ ہوتا ہے صبح وشام کی دلکشی اسی کی مرہون منت ہے۔ یہ حرکت مشرق سے مغرب کو ہے جبکہ ان کی دوسری حرکت ذاتی ہے جو سمت مخالف کو ہے۔ اس میں دونوں کی رفتار برابر نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے مابین کا بعد زائد یا ناقص ہوتا رہتا ہے۔ جب تک سورج کا ایک دورہ پورا ہوتا ہے چاند کا تیرھواں دورہ پورا ہونے کے بعد چودھواں دورہ کا بھی کافی حصہ طے ہو جاتا ہے، اس دورودھوپ میں وہ بارہ بار سورج کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کو پیچھے چھوڑتا ہے، آفتاب کا ایک دورہ ماہتاب کے تیرہ دوروں سے ساقط کردیا جائے تو بارہ دورے ہی باقی رہتے ہیں یہی بارہ قمری مہینے ہیں۔ تقریب فہم کے لئے اپنے کمرے کی شمالی دیوار پر آویزاں گھڑی کو بغور دیکھ سکتے ہیں۔

گھڑی کا آئینہ: گھڑی میں منٹ اور گھنٹے کی دونوں سوئیاں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلی سوئی بارہ گھنٹے میں گیارہ بار دوسری سوئی کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس کو پیچھے چھوڑتی ہے جبکہ اس کا بارہواں دورہ مکمل ہوتا ہے دوسری سوئی ایک دورہ پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے بارہ دوروں میں گیارہ بار ہی اسے عبور کرنا پایا جاتا ہے۔ چاند کی رفتار مثل منٹ ہے جبکہ سورج کو گھنٹہ کی سوئی پر قیاس کر سکتے ہیں اور گھڑی کی ڈائل مثل دائرہ ہے، گھنٹے کے بارہ نشانات بارہ برجوں کی طرح ہے ہر ایک برج تیس درجوں کا مجموعہ ہے جبکہ درجہ کا ساٹھواں حصہ دقیقہ ہے، پھر دقیقہ ساٹھ ثانیہ کی ایک جماعت ہے۔ اسی پر ثالثہ اور رابعہ کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ دوران رفتار جب پہلی سوئی دوسری پر منطبق ہو وہ نیرین کا اجتماع تصور کیا جائے اب ان مقامات واوقات کا بیان بھی مفید رہیگا جہاں جہاں دونوں سوئیوں کا انطباق ہوا۔

بیان مقامات واوقات: ٹھیک بارہ بجے دونوں سوئی ایک ساتھ مسابقت پر اتریں منٹ کی سوئی گھنٹہ کی سوئی کو پیچھے چھوڑکر آگے بڑھتی ہے اسی کا نام بعد اور سبق ہے۔ منٹ کی سوئی نے ایک دورہ پورہ کیا بارہ کے نشان پر آئی اور گھنٹہ کی سوئی ایک کے نشان تک پہونچی یعنی دونوں کی رفتار میں ایک اور بارہ کی نسبت ہے جبکہ نیرین کے درمیان یہ نسبت اور زائد ہوگی

یہاں منٹ کی سوئی کے ایک دورہ پر گھنٹہ کی سوئی نے تیس درجے عبور کئے جبکہ چاند کے ایک دورہ پر سورج بمشکل ستائس درجے ہی طے کرتا ہے، شمالی دیوار پر گھڑی کو دیکھ کر یہ بھی مخفی نہیں رہا کہ دونوں کی یہ حرکت مغرب سے مشرق کو ہے۔ یہ نیرین کی ذاتی حرکت ہے اس میں ایک کا دوسرے پر انطباق ہوتا ہے اسی انطباق میں اگر مرکز عالم سے خارج خط مستقیم مرکز قمر سے گزرتا ہوا مرکز شمس تک وصل کرے تو سورج گہن ہوگا۔ مقامات واوقات انطباق کا تعین گھڑی میں یوں ہوگا ٹھیک بارہ بجے دونوں سوئیاں میدان مسابقت میں اتریں تو ایک گھنٹہ پانچ منٹ ستائیس سکنڈ میں 32 درجہ 43 دقیقہ 38 ثانیہ پر پہلا انطباق ہوا۔

دوسرا 2 بجکر 10 منٹ 54 سکنڈ میں 65 درجہ 27 دقیقہ 16 ثانیہ پر۔ تیسرا 3 بجکر 16 منٹ 21 سکنڈ میں 98 درجہ 10 دقیقہ 54 ثانیہ پر۔ چوتھا 6 بجکر 21 منٹ 49 سکنڈ میں 130 درجہ 54 دقیقہ 32 ثانیہ پر۔ پانچواں 5 بجکر 27 منٹ 16 سکنڈ میں 163 درجہ 38 دقیقہ 10 ثانیہ پر۔ چھٹا 6 بجکر 32 منٹ 43 سکنڈ میں 196 درجہ 21 دقیقہ 49 ثانیہ پر۔ ساتواں 7 بجکر 38 منٹ 10 سکنڈ میں 229 درجہ 5 دقیقہ 27 ثانیہ پر۔ آٹھواں 8 بجکر 43 منٹ 38 سکنڈ میں 261 درجہ 49 دقیقہ 5 ثانیہ پر۔ نواں 9 بجکر 49 منٹ 5 سکنڈ میں 294 درجہ 32 دقیقہ 43 ثانیہ پر۔ دسواں 10 بجکر 54 منٹ 32 سکنڈ میں 327 درجہ 16 دقیقہ 21 ثانیہ پر۔ اور گیارہواں انطباق ٹھیک بارہ بجے 360 درجہ پر۔

ٹھیک اسی طرح نیرین کے درمیان بھی مسابقت جاری رہتی ہے لیکن اس گھڑی میں تو دونوں سوئی کی رفتار میں ایک اور بارہ کی نسبت تھی مگر نیرین کے مابین یہ نسبت ایک اور سوا تیرہ سے بھی زائد ہے۔

فاضل بریلوی کا فرمان: "سبق قمر تقریباً دو دقیقے" ....کی تلاش

سورج جب ایک درجہ طے کریگا چاند تیرہ درجے بائیس دقیقے آٹھ ثانیہ سے بھی زائد مسافت عبور کر چکا ہوگا کہ سورج کی یومیہ مسافت 59 دقیقہ 8 ثانیہ 21 ثالثہ ہے اس کو چوبیس پر تقسیم سے ایک گھنٹہ کی مسافت دو دقیقہ ستائیس ثانیہ پچاس ثالثہ کی ہوئی پھر

منٹ کے لئے اسی میں ایک درجہ کا انحطاط ہوگا اور سرکار اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ " ایک درجہ حرکت وسطی چار دقیقہ میں ہے" یہاں ایک منٹ کی برآمد مسافت اور چار کا حاصل ضرب چار منٹ میں آفتاب کی ذاتی مسافت ہوگی، پھر حاصل ضرب 9 ثانیہ 36 ثالثہ آیا اور نیرین کے درمیان واقع رفتار کی نسبت سے اسے ضرب دینے پر حاصل ضرب اس مدت میں مسافت قمر دو دقیقہ آٹھ ثانیہ بتیس ثالثہ آیا۔ قمر کی مسافت اس چار منٹ میں -2' 08' 32" مسافت شمس 36" 09' = سبق قمر 56" 58' 01' یعنی ایک دقیقہ آٹھاون ثانیہ چھپن ثالثہ سبق قمر ہوا۔ دو دقیقہ کی سرحد سے اس قدر قریب کہ جس کا گھڑی میں صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے یہی تو فرمایا تھا سرکار اعلیٰحضرت نے کہ " اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے"

زیر و زبر: اب آیئے ان دونوں جگہ میں کہ ہلال ایک جگہ قابل رویت نہ تھا بعد سواء نو درجہ انسٹھ دقیقہ تھا اس سے مغرب میں تیئیس 32 فرسخ کی مسافت پر ایک آبادی تھی وہاں چار منٹ کے بعد غروب آفتاب ہوا اس مدت میں سبق قمر دو دقیقہ سے قریب ہوا۔ اب بعد سواء دس درجہ سے زائد ہوا یہاں ہلال قابل رویت ہوا جبکہ فاصلہ چوبیس فرسخ سے کم ہے۔ لہٰذا تاج تبریزی کا قول لائق اعتماد نہ رہا کہ انھوں نے چوبیس فرسخ سے کم مسافت پر اختلاف رویت کو غیر ممکن بتایا تھا اور اس غیر امکان کے قول پر اس مقدار سے کم مسافت کی شہادت یعنی نزدیک کی شہادت مقبول تھی جبکہ اس سے دور کی شہادت کچھ حضرات کے نزدیک قابل قبول نہیں تھی پھر علامہ کا دعویٰ چونکہ چوبیس فرسخ کا تھا جس میں درجہ و دقائق کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ عرض بلد کی زیادتی سے درجات میں تزاید ہوگا، اور اس کی مسافت میں تناقص ہوگا اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ چوبیس فرسخ عرض بلد کی زیادتی سے کبھی دو درجہ بن جائے اور اسی طرف سورج بھی میل کلی میں ہو تو سبق اس سے کافی زائد ہوگا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام اہلسنت نے فرمایا کہ " کبھی اس سے بھی زائد" لہٰذا چوبیس فرسخ کی حد بندی کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔

نہیں اور کوئی مفر مقر: فاضل بریلوی نے چوبیس فرسخ کے ضابطہ کا کچھ اس انداز سے محاصرہ کیا اور ایسی دلیل کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے نہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہ سکا نہ

دائیں بائیں فرار کا کوئی راستہ ملا نہ فضاؤں میں اوپر کوئی جائے پناہ ملی کہ امام اہلسنت نے ایک درجہ کی پیائش انہتر میل بتا کر اپنی دلیل قائم کی۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں جگہ ایک ہی عرض کی تھیں اور انہتر میل کا ایک درجہ قرب استوی میں ہے کہ 360x69=24840 میل ہوئے جو استوائی پیائش ہے۔

یہ دونوں آبادی اگر عرض بلد ساٹھ میں ہو تو چوبیس فرسخ ایک درجہ کی نہیں بلکہ دو درجے کی مسافت ہوگی، پھر اسی طرف اگر ہلال بھی مائل ہو اور سورج استوائی یعنی اعتدالی ہو تو یہاں چوبیس فرسخ سے کم میں سبق قمر تقریباً چار دقیقہ ہوگا بلکہ یہاں بارہ فرسخ میں ہی وہ سبق حاصل ہو جائیگا جو وہاں چوبیس فرسخ میں ہوا تھا۔ لہٰذا شمال یا جنوب کی طرف فرار کی گنجائش نہیں رہی جبکہ مغرب کا تو صراحۃً رد ہو گیا شش جہات میں تین جہتیں تو جواب دے چکیں۔ تین جہتیں باقی رہیں.....فوق، تحت اور مشرق۔ مشرق کی شہادت چاہے جتنی دور سے آئے بالاتفاق سبھوں کے نزدیک قابل قبول ہے، اس میں علامہ کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ ہر آنیوالی گھڑی میں بعد سواء میں تزاید ہی ہوگا۔ لہٰذا مشرق کی رویت مغرب میں بالاتفاق معتبر ہوگی۔ باقی رہی دو جہت ....فوق اور تحت صورت ثانی کی کوئی سبیل نہیں کہ وہاں نہ آبادی ہے اور نہ کوئی جا سکتا ہے فرض بھی کر لیا جائے تو بھی ان کے ہاتھ میں کچھ آنیوالا نہیں۔

اب باقی رہی ایک صورت کہ یہ چوبیس فرسخ سر کے اوپر ہو اور دور حاضر میں یہ کوئی بعید بھی نہیں جبکہ ہوائی جہاز کی اونچائی بھی اتنی نہیں ہے ممکن ہے مصنوعی سیارہ سے اس مقدار کی اونچائی پر ایک جماعت ہو، کیا ان لوگوں کو رویت ہو سکتی ہے جبکہ علامہ نے فرمایا کہ ''چوبیس فرسخ سے کم میں اختلاف رویت ممکن ہی نہیں''۔ تیئیس فرسخ برابر 69 میل اور نصف قطر زمین 3963.296 میل مسافت کا تناسب 0.0174075 ہوا مع القطر اس کا مربع 1.0351227 آیا۔ بعد اسقاط مرفوع اس کا جذر 1874. حاصل ہوا جو انہتر میل کی اونچائی تک کا ظل بنا۔ جدول ظل میں دس درجہ سینتیس دقیقہ اس کی مقدار ہے۔ لہٰذا اس اونچائی پر بیالیس منٹ اٹھائیس سکنڈ بعد غروب آفتاب ہوگا یعنی اوپر کی طرف 69 میل زمینی مغرب

کی طرف 732 میل سے بھی زیادہ ہے۔اب سبق قمر دو دقیقہ ہی نہیں بلکہ بیس دقیقہ سے بھی زائد ہوگا، ہلال بدرجہ اولیٰ نظر آئے گا۔

لھذا اس ضابطہ کی پرواز بلندی کی طرف بھی نہ ہوسکی سارے بال و پر اکھڑ گئے ۔69 میل تو بڑی بات ہے فضائی بلندی میں نصف میل سے کم میں بھی ہلال کو دو دقیقے کا سبق مل جائیگا جیسا کہ فاضل بریلوی نے خود ارشاد فرمایا "اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا۔اور طلوع اسی قدر پہلے۔

(فتاوائے رضوئی ج/4 ص/648)

ان دونوں جگہ میں 69 میل کا فاصلہ تھا تو چار منٹ بعد سورج غروب ہوا تھا یہاں تو ایک میل بھی نہیں صرف دو ہزار فٹ کی بلندی ہے پھر بھی غروب آفتاب چار منٹ بعد ہے جس میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے ۔حالانکہ پانچ ہزار دو سو اسی فٹ کا ایک میل ہے اور یہاں تو صرف دو ہزار فٹ ۔لہٰذا اعلیٰ حضرت کا محاصرہ اس قدر مضبوط تھا کہ تبریزی مقدار کے سارے راستے مسدود ہو کر رہ گئے ۔

اب اس قلعہ پر فتح کے پرچم کو لہرانے کے بعد سلطانی احکام نافذ فرمارہے ہیں۔ثابت ہوا کہ 24 بلکہ 23 فرسخ سے کم میں بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہوا اور شہادت ہر جگہ کی قابل قبول رہی ۔یہ تھے ایک عظیم مجدد کے دو جملے.....(۱) ایک درجہ حرکت وسطی چار دقیقہ میں"......(۲) اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے۔

فقہ حنفی کی مایۂ ناز کتاب فتاوائے رضویہ کی ایک عبارت پر شبہ اوراس کا مدلل ازالہ بنام "ایک شبہ کا ازالہ"

ایک شبہ

کچھ دن سے چند احباب کے درمیان فتاوائے رضویہ کی جو عبارت موضوع بحث بنی ہوئی ہے وہ یہ ہے،،

"الموڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی ۵ ہے یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت ۱ ہے یعنی وقت بریلی سے سوا منٹ بعد لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا اور وہ فرق بتفاوت بلندی متفاوت ہوگا اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا اور طلوع اسی قدر پہلے۔ لہٰذا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی دن طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اس سے حساب کرلوں گا کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے"۔ (فتاوائے رضویہ جلد 4 صفحہ 648)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہلسنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی اس نورانی وعرفانی عبارت میں کچھ احباب نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ دو ہزار فٹ کی بلندی پر اگر غروب آفتاب میں چار منٹ کی تاخیر ہوا اور طلوع میں چار منٹ کی تقدیم کل آٹھ منٹ کا وقت ہوا یعنی دو ہزار فٹ کی بلندی سے آٹھ منٹ رات کا حصہ ساقط ہوگیا اور درمیانی رات تقریباً بارہ گھنٹے کی ہوتی ہے پوری رات کے کل منٹ 12×60=720 یعنی پوری رات کے سات سو بیس منٹ ہوئے اگر آٹھ منٹ برابر دو ہزار فٹ تو سات سو بیس منٹ برابر 720×2000 ÷8 زمین کے سایہ کی انتہائی بلندی ہوگی لہٰذا 720 منٹ ×2000 فٹ =1440000÷8=180000 فٹ کی بلندی ہوئی جو پچپن کلومیٹر سے بھی کم ہے اس کا ماحصل یہ ہوا کہ ایک لاکھ اسی ہزار فٹ کی بلندی تک اگر کوئی پہونچ

جائے تو اس کا سورج غروب ہی نہیں ہوگا اس قاعدہ کی بنیاد پر پھر چاند گہن کا بطلان لازم آئے گا کہ چاند زمین سے تقریباً چار لاکھ کلومیٹر کی دوری سے مرکز عالم کا طواف کر رہا ہے جبکہ زمین کا سایہ ایک لاکھ اسی ہزار فٹ سے زائد نہیں یعنی صرف 55 کلومیٹر بلکہ اس سے بھی کم اور ہمارا مشاہدہ اس کے خلاف ہے پھر کل قمر مخسف وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس پر سب کا اتفاق بھی ہے یہی وہ وقت ہے جب چاند پوری طرح تاریکی میں ڈوبا ہوتا ہے نصف قمر تو پہلے ہی سے اندھیرے میں تھا باقی نصف کو زمین نے اپنے سایہ میں چھپا لیا اگر اس وقت وہاں کوئی موجود ہو تو بتائے گا کہ چار لاکھ کلومیٹر کی اونچائی سے بھی میں نے آفتاب کو زمین کے پیچھے چھپتے دیکھا ہے یہ اور بات ہے کہ رات کافی چھوٹی ہوگی یعنی جب تک پورا چاند تاریکی میں ڈوبا رہا چاہے چند منٹ ہی کی کیوں نہ ہو وہاں بھی رات ضرور آئی اور یہ چاند کی اپنی رات نہیں بلکہ یہ زمین کی وجہ سے ہے لہٰذا امام اہلسنت کا دو ہزار فٹ والا قاعدہ عام ذہن وفکر سے بالاتر ہے"۔

اس طرح کے شبہات سے فاضل بریلوی کے بارے میں نئی روشنی میں نشو ونما پانے والے اذہان پر ایک ایسا منفی اثر مرتب ہوتا ہے جس کے آئینے میں ان کی محققانہ نورانی شبیہ پر نور نظر نہیں آتی ہے بلکہ اس پر شبہات کی کثافت اور بخارات کا بادل حائل ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ موتیہ بند آنکھوں کا قصور ہے نہ کہ آفتاب نصف النہار کا۔ اس طرح کے شبہات کو دیکھ کر میں نے اپنی علمی بے مائیگی کے اعتراف کے ساتھ یہی مناسب سمجھا کہ اس کا ازالہ اگر فتاوائے رضویہ سے ہی ہو جائے تو بہتر رہے گا اس لئے کہ یہ شبہ یا مغالطہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں بھی یہی حساب لگایا گیا تھا اور آپ نے جواب بھی عطا فرمایا تھا۔ یہ دراصل پہاڑی آبادی الموڑہ سے متعلق ایک سوال کا جواب ہے جسے جناب حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب نے 7ر رمضان 1323ھ میں رضوی دار الافتاء میں ارسال کیا تھا اور سرکار اعلیٰ حضرت نے یہی جواب عطا فرمایا تھا جو ابتداء مضمون میں مذکور ہے۔

اس جواب کو دیکھنے کے بعد خود سائل بھی اسی شبہ کے دلدل میں ایسا پھنس گیا کہ دوبارہ المدد یا رضا کا نعرہ لگانے پر اسے بھی مجبور ہونا پڑا، اور فاضل بریلوی نے اسے اس خوفناک دلدل سے نکال کر الموڑہ کی چوٹی پر کھڑا کر دیا تھا۔ یہاں پر میں دوسرے سوال و جواب

کے ساتھ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود معمولی وضاحت کی جسارت کروں گا اس امید کے ساتھ کہ اگر مجھ سے غلطی بھی ہو جائے پھر بھی میرے نیک ارادہ کی وجہ سے فاضل بریلوی کے دربار میں رستگاری و درگذاری کا حقدار رہوں گا کہ اسی وضاحت کی روشنی میں اس شبہ کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔

دوسرے سوال کا وہ حصہ جو اس شبہ سے متعلق ہے وہ یہ ہے اور فتاوائے رضویہ کی اسی جلد کے صفحہ 650 میں موجود ہے (ایک آلہ سے) بلندی دریافت ہوئی پانچ ہزار پانچ سو پچاس فٹ سطح آب سے بلندی ہے ....اب اگر ایک ہزار فٹ پر دو منٹ بڑھائیں تو گیارہ منٹ اور سوا منٹ طول یا عرض بلد کا کل سوا بارہ منٹ جمع کرنا پڑیں گے جس حساب سے آج کا افطار ۲۳ رمنٹ پر ہونا چاہئے (۱۱+۱۲-۲۳.) لیکن میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پیشتر ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے الخ (سوال نمبر شمار ۲۰۳)

فاضل بریلوی نے صحیح گھڑی سے طلوع یا غروب کا وقت بتانے کو فرمایا تھا تا کہ الموڑہ کی بلندی کا حساب لگایا جا سکے لیکن سائل نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک جدید آلہ سے پہاڑ کی بلندی دریافت کر لی کاش اس دریافت کے بعد پھر فاضل بریلوی سے وقت پوچھا ہوتا تو غنیمت تھا لیکن سائل نے ایسا نہیں کیا اور اعلیٰ حضرت کے وہی الفاظ اس کے ذہن وفکر میں موجود رہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ "اگر دو ہزار فٹ کی بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا اور طلوع اسی قدر پہلے" اور فی الواقع الموڑہ کی بلندی چونکہ دو ہزار فٹ کی ہی نہیں بلکہ پانچ ہزار پانچ سو پچاس فٹ کی ہے لہٰذا صحیح وقت کے استخراج کے لئے اسی کو پیمانہ بنا دیا پھر اعلیٰ حضرت کے دو ہزار فٹ کے الفاظ کو ایک ہزار فٹ میں تبدیل کیا اور ہر ہزار فٹ کی بلندی میں افق بلد کو تیس دقیقہ نیچے گرایا جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ پانچ ہزار پانچ سو پچاس فٹ کی بلندی سے افق الموڑہ دو درجہ پینتالیس دقیقہ سے بھی زائد نیچے گر گیا جس کا وقت ۱۱ رمنٹ سے بھی زیادہ ہے۔ پھر بریلی کے وقت پر سوا منٹ کے اضافہ سے کل سوا بارہ منٹ کا اضافہ غروب میں ہوا لیکن خود سائل کا مشاہدہ اس کے حساب کی تردید کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ رضوی دربار میں حاضری دینے کے لئے مجبور ہو گیا۔ ماضی کا شبہ تو صرف الموڑہ

سے متعلق تھا جو آسانی سے دور ہو گیا اور اس کا سایہ آج بھی گردش کر رہا ہے لیکن سائے کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے؟

شبہ کا ازالہ

امام المحققین امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے جواباً ارشاد فرمایا،،

"نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے ہر بلندی پر جو تفاوت ہے اس سے دوچند پر دوچند سے کم ہوگا مثلاً سو فٹ بلندی پر افق دس دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۳۳ دقیقہ نہ کہ دس کا دس گنا اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے نہ کہ ۳۳ کا چوگنا کہ دو درجے چودہ دقیقے یعنی اس سے دوچند ہوتا کہ ۱۰ دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات درجے ہوتا"۔(فتاوائے رضویہ جلد 4 ص/650)

فاضل بریلوی کا پہلا جملہ "نہ یہاں اربعۂ متناسبہ ہے" دراصل یہ علم ریاضی کا ایک اہم شعبہ ہے اس حساب کے کل چار اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے تین معلوم ہوتے ہیں اور ایک مجہول معلوم اجزا یعنی اعداد کو ترتیب دے کر مجہول عدد کو حاصل کیا جاتا ہے مثلاً بارہ قلم کو تیس روپے میں خریدا تو بیس قلم کی قیمت کیا ہوگی۔ یہاں قلم معلوم بارہ و بیس ایک قیمت بھی معلوم وہ ہے تیس روپے لیکن بیس قلم کی قیمت مجہول ہے یعنی = مجہول:20::12:30 = مجہول اگر کنارے میں ہے تو دونوں اوسط کو آپس میں ضرب دے کر معلوم عدد پر تقسیم سے مجہول کا علم ہو جائے گا اور اگر مجہول درمیان میں ہے تو دونوں کنارے کو آپس میں ضرب دے کر معلوم پر تقسیم کر دیا جائے مجہول کا علم ہو جائے گا اس کے لکھنے میں نسبت کا لحاظ ضروری ہے یعنی پہلے عدد کو دوسرے سے جو نسبت ہے تیسرے کو چوتھے سے بھی وہی نسبت ہو، لہٰذا جب 20 کو 30 سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب 600 ہوگا پھر اس کو 12 پر تقسیم سے نتیجہ 50 آئے گا یعنی بیس قلم کی قیمت 50 روپیہ ہے یہ ہے اربعۂ متناسبہ

سائل نے اسی حساب کی رعایت کی ہے کہ دو ہزار برابر چار منٹ تو ساڑھے پانچ ہزار برابر گیارہ منٹ ہے حالانکہ اس مسئلہ کا تعلق اس حساب سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق علم مثلث سے ہے نہ کہ اربعۂ متناسبہ سے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاضل بریلوی نے فرمایا، ''بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے'' مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ہر ایک بلندی پر جو تفاوت ہے اس سے دو چند پر دو چند سے بھی کم ہوگا الخ''، یعنی اعلیٰ حضرت نے سائل کو یہ بتایا کہ ہر ایک شے کو ناپنے کا پیمانہ ایک نہیں ہوتا ہے جس ترازو سے برف کو تولا جائے اسی سے اس کی برودت کو نہیں تول سکتے بلکہ اس کے لئے کوئی دوسرا آلہ چاہئے۔ ایک انسان کو تولنے کے لئے الیکٹرانک اسکیل ہوتا ہے لیکن اس کے بخار کو سمجھنے کے لئے تھرمامیٹر کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح اربعۂ متناسبہ کا محل دوسرا ہے یہاں تو آلۂ مثلث کی ضرورت ہے۔ مزید وضاحت کے لئے سایہ کو بھی مد نظر رکھ سکتے ہیں۔ 20 مارچ کو اگر خط استویٰ میں کوئی دس فٹ کا ستون، ہموار زمین پر استادہ ہو ٹھیک نصف النہار میں اس کا سایہ کسی طرف نظر نہیں آئے گا لیکن ایک گھنٹہ کے بعد جانب مشرق دو فٹ آٹھ انچ کا ایک سایہ ضرور ہوگا۔ دو گھنٹے کے بعد دیکھو اس کا دو گنا سوا پانچ فٹ کا سایہ ہونا چاہئے لیکن وہ سایہ پونے چھ فٹ سے بھی زیادہ لمبا ہوگا پھر تین گھنٹے کے بعد دیکھا جائے تو پہلے کا تین گنا آٹھ فٹ کا نہیں بلکہ دس فٹ کا ہوگا چار گھنٹے کے بعد پونے گیارہ فٹ کا نہیں بلکہ سوا سترہ فٹ کا ہوگا اسی ستون کا سایہ پانچ گھنٹے کے بعد پونے اڑتیس فٹ کا نظر آئے گا۔ پہلے ایک گھنٹہ میں صرف دو فٹ آٹھ انچ کا سایہ بنا اور پانچویں گھنٹہ میں پونے بائیس فٹ کا اضافہ ہو گیا یعنی پہلے گھنٹہ کے مقابلے میں پانچویں گھنٹہ میں ساڑھے سات گنا سے زیادہ سایہ بڑھ گیا لہٰذا اربعۂ متناسبہ کی گرفت میں یہ ہرگز نہیں آئے گا۔

اسی کو سیدنا اعلیٰ حضرت نے یوں بیان فرمایا کہ ''سو فٹ کی بلندی پر افق دس دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۳۳ دقیقے جبکہ اربعۂ متناسبہ کے حساب سے دس دقیقے کا دس گنا سو دقیقے ہونا چاہئے = یعنی ایک درجہ چالیس دقیقہ۔''

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے نہ کہ ۳۳ دقیقے کا چار گنا اور نہ دس دقیقے کا چالیس گنا کہ سو فٹ پر دس دقیقے گرا تو چار ہزار فٹ پر چار سو دقیقے

نیچے لڑھک جائے؟

اس مسئلے کی مزید تحقیق کے لئے روئے زمین کی پیائش کی ضرورت پڑے گی کہ آخرسوفٹ کی بلندی پر جب افق دس دقیقہ نیچے گیا تو ہزار فٹ پر صرف ۳۳ دقیقہ کیوں اس کے لئے زمین کا نصف قطر معلوم کرنا ضروری ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے خود تحریر فرمایا کہ ،، زمین کا نصف قطر استوائی 3963.296 میل ہے ،،اس پیائش کے مطابق سوفٹ بلندی کا جائزہ لیا جائے تو پہلے اس کوکلومیٹر میں بدلا جائے یعنی 3963.296 میل برابر 6378.31 کلومیٹر پھر سوفٹ کی بلندی کوکلومیٹر میں بدلنے کے لئے 100 فٹ ÷3.28=30.49 میٹر ÷1000=0.03049 کلومیٹر کی بلندی ہوئی۔ پھر اس کو جب مرفوع پر تقسیم کیا جائے تو 0.0000048 کا تناسب برآمد ہوگا۔ مرفوع سے ملاکر مربع 1.00000958 ہوا۔ مرفوع کو جدا کر کے اس کا جذر 0.0031 آیا جوسوفٹ کی اونچائی تک ظل بنا جدول ظل میں یہ دس دقیقے کا ظل ہے وہی برحق ہوا جو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا کہ سوفٹ کی بلندی پر افق دس دقیقے گر جائے گا اور اس کا وقت چالیس سکنڈ ہے۔ اب چار ہزار فٹ کی بلندی کا مطالعہ کریں۔ فاضل بریلوی کا ارشاد ہے،، کہ چار ہزار فٹ پر افق ایک درجہ سات دقیقہ نیچے جائے گا۔ پہلے اس چار ہزار فٹ کو میٹر میں تبدیل کریں پھر اس کوکلو میٹر سے بدلیں ۔4000 فٹ ÷3.28=1219.512 میٹر ہوا پھر اس کوکلومیٹر میں بدلنے کے لئے ایک ہزار پر تقسیم کریں یعنی 1219.512÷1000=1.22 کلومیٹر ہوا اور نصف قطر زمین سے اس کا تناسب 0.0001913 ہوا۔ مرفوع سے مل کر مربع 1.0003826 ہوا۔ بعد اسقاط مرفوع 0.01956 کا جذر ہوا یہی انحطاط افق کا ظل ہوگا۔ جدول ظل سے اس انحطاط کا درجہ معلوم کیا تو ظاہر ہوا کہ یہ مقدار ایک درجہ سات دقیقہ کا ظل ہے وہی ثمرہ برآمد ہوا جو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا کہ چار ہزار فٹ کی بلندی پر افق بلد ایک درجہ سات دقیقہ نیچے جائے گا اتنی اونچائی پر تقریباً ساڑھے چار منٹ کی غروب میں تاخیر ہوگی اور المورڑہ کی اونچائی چونکہ پانچ ہزار پانچ سو پچاس فٹ ہے اور سائل نے اس بلندی پر غروب

آفتاب میں گیارہ منٹ کا اضافہ کیا تھا پھر مشاہدہ وحساب کے مابین ٹکراؤ کو دور کرنے کے لئے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں پہونچا تھا اور سرکار اعلیٰ حضرت نے گیارہ منٹ کو گھٹا کر سوا پانچ منٹ کر دیا تھا وہ صرف اپنی تخمین وتخیل سے نہیں بلکہ افق المورہ نے خود ہی یہی بتایا تھا یعنی پانچ ہزار پانچ سو پچاس فٹ کی بلندی برابر 1.692 کلومیٹر ہے ۔مرفوع سے اس کا تناسب 0.0002653 ہے ۔مرفوع سے مل کر مربع 1.0053 ہوا ۔بعد اسقاط نصف قطر اس کا جذر 0.023 آیا پھر جدول ظل سے معلوم ہوا کہ ایک درجہ اٹھارہ دقیقہ کا یہ ظل ہے اور اس کا وقت پانچ منٹ بارہ سکنڈ ہے یہی تو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا کہ گیارہ منٹ نہیں بلکہ سوا پانچ منٹ کا اضافہ کرو۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ شبہ دراصل اربعۂ متناسبہ کی رعایت سے پیدا ہے جبکہ یہاں آلۂ مثلث کی ضرورت ہے لہٰذا ایک لاکھ اسی ہزار فٹ کی اونچائی میں پہونچ کر رات کے خاتمے کا انتظار کرنے والوں کو بھی سورج طلوع وغروب ہوتا نظر آئے گا اور فاضل بریلوی کی نورانی تحریر طلوع اور غروب کا اعلان کرتی رہے گی۔

مزید اس اونچائی کا بھی اندازہ لگایا جائے تو مناسب رہے گا۔اربعۂ متناسبہ نے بتایا کہ ایک لاکھ اسی ہزار فٹ کی بلندی پر سورج غروب ہی نہیں ہوگا اس دعویٰ کا تعاقب فاضل بریلوی کے فرمان کی روشنی میں ہم یوں بھی کر سکتے ہیں ، 180000 فٹ کی بلندی = 54878.049 میٹر ہوا یعنی 54.878 کلومیٹر نصف قطر سے اس کا تناسب 0.0086 ہے جمع کے بعد اس کا مربع 1.01728 بعد اسقاط نصف قطر اس کا جذر 0.13145 حاصل ہوا پھر جدول ظل میں اس کے درجات ساڑھے سات آئے جس کا وقت صرف آدھا گھنٹہ ہے یعنی طلوع اور غروب میں یہاں رات کا ایک گھنٹہ ساقط ہو جائے گا اور اس بلندی پر ابھی بھی گیارہ گھنٹے کی رات باقی ہوگی اس گیارہ گھنٹے کو بھی احباب نے دن کہہ دیا تھا۔ یہ دھوکہ انہیں صرف اس لئے ہوا کہ انہوں نے پیمائش کا آلہ بدل دیا تھا۔ہاں اگر اربعۂ متناسبہ سے حساب کرنا چاہے تو یہاں سے کر سکتے ہیں جہاں سے ان لوگوں نے رات کے خاتمے کا اعلان کیا تھا لیکن یہ حساب مثلث سے بھی دشوار گزار ہوگا بہر حال ان لوگوں نے صرف رات

کے خاتمے کا ہی اعلان نہیں کیا بلکہ چاند گہن پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا تھا اور پچپن کلو میٹر سے اوپر
کے علاقہ کو عالم لیل ونہار سے خارج کر دیا گیا تھا پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس رقص میخواری
کا الزام فتاوائے رضویہ شریف پر عائد کیا جا رہا تھا لیکن الحمد للہ فتاوائے رضویہ کی عبارت اپنی
جگہ برقرار و بے غبار ہے جبکہ سورج پر تھوکنے والے کا منہ ہی گند انظر آتا ہے۔ حاسدین نار حسد
میں سلگتے رہیں رضا کا پرچم اسی شان خسروانہ سے لہراتا رہے گا جیسا کہ اس کا حق ہے۔

مذکورہ جواب سے تو مولانا خلیل اللہ صاحب کو اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ ان کے
شبہات صرف الموڑہ سے متعلق تھے لیکن دور حاضر کا یہ شبہ تو کافی ترقی کر چکا ہے جس کی وجہ
سے چاند گہن بھی مشکوک ہو کر رہ گیا ہے بلکہ اس کا وقوع پذیر نہ ہونا ثابت کیا جا رہا ہے اس لئے
مناسب ہوگا کہ جواب کا دائرہ بھی کچھ اور وسیع کیا جائے اور رضوی عینک سے چاند کی بلندی
کا بھی جائزہ لیا جائے اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ اس بلندی پر بھی رات آتی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی
آدمی اس چاند پر چلا جائے تو وہاں سے اس طلوع وغروب کے دلکش مناظر کو وہ دیکھ سکتا ہے
یا نہیں جبکہ چاند کا اپنا دن قریب ساڑھے چودہ زمینی دن کے برابر ہے اسی طرح رات بھی
تقریباً ساڑھے تیرہ دن کی ہوتی ہے لیکن یہاں بات اس رات کی ہوگی جو چاند کی اپنی رات
نہیں بلکہ ہماری زمین کی وجہ سے وہاں نمودار ہوتی ہے اسی کو اہل زمین چاند گہن سے تعبیر
کرتے ہیں اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کر سکتے ہیں۔

اوج قمر تقریباً 400000 کلو میٹر نصف قطر زمین سے اس کا تناسب
62.713 ہے مع القطر اس کی مقدار 63.713 ہوئی اور اس کا مربع 4059 آیا اس سے
نصف قطر زمین کو ساقط کر دیا جائے تو 4058 باقی رہے گا پھر اس کا جذر 63.7 ہے جو انحطاط
افق کا ظل بنا جدول ظل میں اس کے درجات 89.1 آئے اور اس کا وقت پانچ گھنٹہ چھپن
منٹ ہے یعنی زمین کی جس آبادی میں ٹھیک چھ بجے سورج غروب ہوا اسی کے اوپر چار لاکھ
کلو میٹر کی مسافت پر یہی آفتاب گیارہ بج کر چھپن منٹ میں غروب ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ
اس غروب اور طلوع میں صرف آٹھ منٹ کا فاصلہ رہے گا بہر حال فاضل بریلوی کا فرمان اپنی
جگہ مستحکم ہے جبکہ احباب کا شبہ ھباءً منثورا ہو کر رہ گیا اور چاند گہن کو لے کر شبہ ظاہر کرنے والے

خود گہن میں آ گئے۔ اب صرف ظل زمین کی پیائش باقی رہی۔احباب کی تسلی کے لئے اس کا بھی اضافہ کر دینا بے جا نہ ہوگا۔

نصف النہار سے ٹھیک نوے درجے کی دوری پر جانب مغرب سورج جب پہونچتا ہے یعنی مرکز عالم سے خارج خط مستقیم جب مرکز شمس سے گزرتا ہوا جانب مغرب دائرۂ افق بلد تک پہونچتا ہے ٹھیک اس وقت سورج دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ دو آبادی اگر ایک دوسری کی مقاطر ہوں دونوں اس وقت سورج کو دیکھ سکتی ہیں آدھا صاف نظر آئے گا جبکہ دوسرا آدھا پس حجاب سے جھانکتا نظر آئے گا۔علی العموم اس حجاب کو لوگ بادل سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں کہ آخر روزانہ اسی وقت یہ بادل یہاں پر ہی کیوں ڈیرہ ڈالتا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کوئی بادل نہیں بلکہ عالم نسیم ہے جو روئے زمین کے اوپر تقریباً پچپن میل تک پھیلا ہوا ہے۔ایک انسان کے سر پر گرچہ چوراسی کلومیٹر تک ہی یہ عالم موجود ہے لیکن وہی انسان جب جانب مغرب اپنا افق دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں کی شعاعیں پہلے اس ہوائے کثیف عالم نسیم کی ایک ہزار چھانسٹھ کلومیٹر طویل مسافت کو طے کرتی ہیں بعدہ ہوائے صافی کے کروڑوں میل سے گذر کر دائرہ افق تک پہونچتی ہیں اسی ہوائے کثیف کو لوگ بادل سے تعبیر کرتے ہیں بہرحال دونوں آبادی کے مابین اگرچہ بیس ہزار کلومیٹر سے زائد کا فاصلہ ہے پھر بھی دونوں کو سورج کا نصف حصہ صاف نظر آئے گا جبکہ دوسرا نصف پس پردہ دکھائی دے گا لیکن ایک آبادی کو جو حصہ صاف نظر آئے گا دوسری آبادی کو وہ پس پردہ نظر آئے گا وبالعکس ایک کو آدھا حصہ مغرب میں نظر آئے گا تو دوسری آبادی کو دوسرا آدھا مشرق میں یعنی ایک کو سورج طلوع کرتا نظر آئے گا تو دوسری جگہ غروب ہوتا جبکہ اس وقت سورج ٹھیک افق میں ہوتا ہے پھر بھی نصف حصہ صاف نظر آ رہا ہے اور اس کی کرنیں دونوں آبادی تک پہونچ رہی ہیں بلکہ ان دونوں سے تقریباً 23-23 دقیقے آگے تک پھیلی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے تقریباً زمین کا ایک سو اکیاسی درجہ ہمیشہ منور رہتا ہے ایک سو اناسی درجہ میں ہمیشہ تاریکی رہتی ہے اسی تاریک حصہ کا سایہ آفتاب کی مخالفت سمت وہاں تک

پہونچتا ہے جہاں طلوع اور غروب شمس کی کرنیں ایک دوسرے سے معانقہ کرتی ہیں اس سے آگے زمین کے سایہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ دائرۂ نصف النہار سے 23 دقیقہ آگے سورج کی سمت مخالف کے دو نصف قطر کے ساتھ زاویہ قائمہ پر یہ کرنیں آگے بڑھتی ہیں۔ مرکز شمس سے نکلنے والا خط مستقیم جو مرکز عالم سے گزرتا ہوا سمت مخالف دائرہ افق تک وصل کیا اس کے ساتھ ان کرنوں کا تقاطع 23 دقیقہ پر ہوگا اور مرکز زمین کے متقاطع نصف قطر کے ساتھ اس خط مستقیم کا زاویہ 89 درجہ اور 37 دقیقہ کا ہوگا اور طلوع وغروب کی کرنیں اسی زاویہ کے ظل بنیں گی جبکہ اس کا ظل 149.25 ہے پھر جب اس کو نصف قطر زمین سے ضرب دیا جائے تو زمین کے سایہ کی لمبائی برآمد ہوگی یعنی نصف قطر زمین 6378.31 کلومیٹر ہے لہٰذا 149.25 × 6378.31 = 952000 ہوا یعنی زمین کا سایہ ساڑھے نو لاکھ کلومیٹر سے بھی زیادہ طویل ہوا یہ وہی سایہ ہے جسے احباب نے پچپن کلومیٹر کے اندر ہی محصور کر دیا تھا اور الزام فتاوائے رضویہ پر رکھا تھا الحمد للہ یہ شبہ اس سائے کی مسافت سے بھی کافی دور چلا گیا جبکہ فاضل بریلوی کا حکم سورج سے بھی زیادہ تابناک نظر آیا۔ **فالحمد للّٰه رب العالمین والصلٰوة والسلام علی رسوله الکریم وعلٰی اٰله واصحابه وسراج امته الامام الاعظم وابنه الغوث الاعظم وفداء محبته المجدد الاعظم ومطیع شریعته المفتی الاعظم ۔**

شفق اور صبح

ہمارے مدرسہ کے باوقار اساتذہ کے درمیان صبح صادق اور وقت مغرب کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی وہ علاقے زیر بحث تھے جو عرض بلد کے لحاظ سے مقامات بعیدہ پر واقع ہیں بالخصوص لندن پر سب کی نگاہیں مرکوز تھیں توجہ کا محور جون کا مہینہ تھا وہاں کے باشندوں کے مطابق شفق ابیض غروب بھی نہیں ہوتا ہے کہ صبح طلوع کر آتی ہے عشاء کا وقت ملتا ہی نہیں افق مغرب اسی کو وقت مغرب بتا رہا ہے جبکہ افق مشرق اسی کو وقت فجر بتا رہا ہے عام مسلمان تشویش میں مبتلا ہیں وقت عشاء کی قضا پڑھیں یا ترک کریں ادا کی گنجائش ہی نہیں درمیان مباحثہ ان لوگوں نے تین سوالات مرتب کئے جو بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں........

(1) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک دو منٹ یا اس سے بھی کم وقفہ سے صبح ہو جاتی ہے وہاں عشاء کی کیا صورت ہوگی کہ عشاء کا وقت حنفی وہاں ملا ہی نہیں۔

(2) طلوع صبح صادق کے بعد عشاء پڑھی جائے تو فجر کی نماز سے پہلے پڑھی جائے یا فجر کی نماز کے بعد۔

(3) چونکہ ان ایام میں شفق ابیض اور صبح صادق ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔لہٰذا وقت کے اعتبار سے ان میں تمیز کی صورت کیا ہوگی۔

یقیناً یہ بڑے اہم سوالات ہیں باوقار علماء اہلسنت وعمائدین ملت سے ہی اطمینان بخش جواب کی امید ہے پھر بھی ہمارے اسلاف میں چونکہ رائے زنی کی آزادی رہی۔اسی لئے میں نے بھی اپنی رائے کو تحریری شکل دینے کی کوشش کی اور نقوش کے لبادے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔مشائخ کرام کے پاس بلغاریہ سے اسی طرح کا ایک مسئلہ آیا تھا جس میں گرمی کے کچھ ایام میں وقت عشاء کے بارے میں سوال تھا۔آج کی برق رفتار

سواریوں کی وجہ سے کرۂ زمین چھوٹا نظر آرہا ہے۔ انٹرنیٹ کے انقلاب نے اسے اٹھا کر ہتھیلی پر رکھدیا ہے۔ اسی جہاں نمائی کا نتیجہ ہے کہ جدید مسائل کے انبار ہیں لوگ ان میں اپنی اپنی طبع آزمائی بھی کررہے ہیں۔

بالخصوص علماء اہلسنت کی جانفشانی قابل تحسین ہے۔ ترقی کی عینک سے اوج ثریا کو دیکھنے والوں کی بھی رہنمائی انہیں حضرات کی ذمہ داری ہے گرچہ ان کی آنکھوں پر ترقی کا یہ چشمہ نہیں ہے لیکن شریعت مطہرہ کی روشنی اور ان کی قلبی پاکیزگی کی بینائی پر باطل اذہان محو حیرت ہیں۔ اس لئے کہ اسلام جیسا مقدس دین پر نہ ملک کی سرحدیں اثر انداز ہیں اور نہ حوادث زمانہ کا اس کو کوئی خطرہ ہے کہ اس کا ہر ایک قانون ہر ایک ضابطہ حقیقت کا آئینہ دار ہے ان میں ضعف یا پھر ان پر ایراد نقص قلت تأمل یا پھر علت قلب کی پیداوار ہے، شعبہائے زندگی کا ہر ایک پہلو اور روئے زمیں کا ہر ایک گوشہ اس کی ضیاباری سے روشن اور تابناک ہے۔

لہٰذا ہم ان سوالوں کو بایں نظر بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جب دائرہ اول السموت دائرۂ افق اور دائرۂ نصف النہار ہماری نظروں میں بالکل متمیز ہیں تو ظاہر ہے کہ دائرۂ نصف النہار کا مرور باقی دونوں دوائر کے اقطاب اربعہ سے ہے جو معدل سے ان کے بعید ترین نقاط اربعہ ہیں ان میں سے ایک تو نقطۂ سمت الراس دوسرا نقطہ سمت القدم ہے۔ باقی دونوں میں سے جو قطب شمالی سے قریب تر ہے وہ نقطۂ شمال اس کے مقاطر کو نقطۂ جنوب کہا جائیگا عالم کا وہ حصہ جو نقطۂ سمت القدم کے مقابلے میں نقطۂ سمت الراس سے قریب تر ہو وہ بالاء افق حقیقی ہوگا ورنہ زیرین افق قرار پائے گا۔

ہمارے نصف النہار نے دائرۂ افق کو مشرقی اور مغربی دو برابر قوس پر تقسیم کردیا ہے جبکہ یہ خود بھی اس سے دو برابر حصوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ دائرۂ یومیہ کا وہ حصہ جو نقطۂ سمت الراس پر گزرا قوس نہاری ہے، اس کے مقابلے میں نقطۂ سمت القدم سے مار قوس لیلی ہے۔ ان دونوں دائروں نے ملکر دائرۂ یومیہ کو بھی چار حصوں میں منقسم کردیا ہے۔ شرقی نہاری۔ غربی نہاری۔ غربی لیلی۔ شرقی لیلی۔ اس کی چار قوسیں ہیں۔

آفتاب جب تک شرقی نہاری میں ہے تو یہ وقت پنجوقتہ نمازوں میں سے کسی کا ظرف نہیں ہے۔ غربی نہاری میں ظہر اور عصر ہیں۔ لیلی غربی میں وقت مغرب جبکہ لیلی شرقی میں وقت فجر دونوں کا وقت برابر قرب افق میں، وقت مغرب غربی افق سے قریب۔ وقت فجر شرقی افق سے قریب۔ امتداد دونوں میں برابر۔ وقت عشاء لیلی غربی سے لیلی شرقی تک جس سے وقت مغرب اور وقت فجر دونوں مستثنٰی ہیں۔

قابل توجہ یہ بھی ہے کہ نصف النہار کی قوس نہاری شرعاً قوس لیلی سے بڑی ہوگی اس لئے کہ شریعت میں اعتبار افق حسی بالمعنیٰ الثانی کا ہے نہ کہ افق حقیقی کا۔ حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا فرماتے ہیں .... "افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اسی پر انطباق مرکز جانب مشرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالمعنیٰ الثانی سے تجاوز کنارۂ آخریں شمس جانب غرب سے اسی افق سے ارتفاع کنارۂ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے، اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کئے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور بے تجاوز کنارۂ آخرین شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے۔ تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کے دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنٰی ہیں"۔ (فتاوائے رضویہ ج/4 ص/619)

یہاں دائرۂ یومیہ کی وضاحت کیساتھ شب کے بارے میں تین اصطلاحیں موجود ہیں اور ان تینوں میں کافی اختلاف ہے۔ یہ صرف نزاع لفظی نہیں بلکہ حقیقت میں تینوں کا تحقق جدا ہے اور شرع مطہر میں افق حسی بالمعنٰی الثانی کا اعتبار ہے جبکہ اہل نجوم نے افق حقیقی کا اعتبار کیا ہے۔ اس کے علاوہ نصف قطر شمس اور انکسار شعاع بصری میں بھی ہمارا نجومیوں سے اختلاف ہے۔

ان اصول وضوابط کے مدنظر مدارج آفتاب پر نظر ڈالیں تو مزید اور بھی کچھ انکشافات رونما ہوتے ہیں۔ سورج جب افق پر ہو اور مرکز شمس کا اس پر انطباق ہو تو وہ بالکل سرخ دہکتی ہوئی آگ کا ایک گولا نظر آتا ہے۔ افق سے بعد بڑھتا جاتا ہے شعاع بصری

کے سامنے کی مسافت میں تناقص ہوتا جاتا ہے اور سرخی میں بھی پھیکا پن آتا جاتا ہے، پھر ایک بعد ایسا آتا ہے کہ یہ سرخی سپیدی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ اٹھاون درجہ کے انحطاط تک قائم رہتی ہے اسی کا نام جانب شرق صبح صادق اور جانب غرب شفق ابیض ہے یہی بعد اگر بالاء افق ہو تو یہ سرخی جانب شرق دن کے اجالے میں ضم ہو جائیگی اور اگر جانب غرب ہو تو دن کے اجالے سے یہ نمودار ہوگی اس سے صاف ظاہر ہے کہ افق سے قرب یا بعد کی وجہ سے آفتاب کی کرنوں پر تین طرح کے عوارض پائے گئے اور امتداد زمانے کے ساتھ جانب مغرب انحطاطی بعد میں تزاید ہوگا جبکہ جانب مشرق اسی میں تناقص ہوگا جانب غرب انھیں حالتوں کو بالترتیب شفق احمر، شفق ابیض مسطیر، شفق ابیض مستطیل کہا جاتا ہے۔

چار کتابوں کے حوالے سے حضور اعلیٰحضرت نے یہ عبارت نقل فرمائی۔
البیاض لا یذھب الا قریباً من ثلث اللیل، اس پر مزید سرکار کا ارشاد ہے ...... یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں۔

(رضویہ ج/4ص/646)

یہاں بیاض مستطیل آخر میں پایا گیا اس کے برعکس مشرق میں تینوں حالتوں کے تغیر میں یہی سب سے پہلے پایا جائے گا، اس لئے کہ یہاں امتداد زمانے کے ساتھ بعد میں تناقص ہے جبکہ لیلی غربی میں تزاید تھا اسی بیاض کو جانب شرق صبح کاذب کہا گیا۔
بعض حضرات نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ **یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ....** اس پر سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے تو سپیدی تو کہہ رہی ہے کہ صبح ہو گئی مگر افق اس کی تکذیب کرتا ہے۔ لہٰذا اس کو صبح کاذب کہتے ہیں اس کے معنی بعض علماء قریب نے یہ سمجھ لئے کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے۔ حالانکہ یہ محض باطل ہے صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ آخر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروب آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی۔

(رضویہ ج/4ص/623)

جانب مغرب غروب شمس کے بعد پہلے اجالے میں سرخی تھی کچھ دیر بعد صرف اجالا رہ گیا تھا سرخی غائب ہو گئی تھی پھر کچھ دیر بعد اس اجالے نے بھی بیاض مستطیل کی شکل اختیار کر لی۔ اور اس میں بھی تناقص برقرار رہا پھر رات کی تاریکی میں کھو گیا جو سپیدی یہاں رات کی تاریکی میں گھو گئی تھی وہی مشرق میں رات کے پردے سے ظاہر ہو گی یہی صبح کاذب ہے یہی ترقی کرتے کرتے پہلے صبح مستطیر پھر صبح احمر پھر دن کے اجالے میں ضم ہو جائے گی اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مغرب میں اس اجالے میں تناقص ہے جبکہ مشرق میں امتداد زمانہ کے ساتھ اسی میں تزاید ہے اب ان معروضات کے بعد ان تینوں سوالوں کا یوں بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ ان میں سوال نمبر ۱ کا پہلا جز......... کہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے۔ روئے زمین میں ایسا خطہ کہیں نہیں ہے کہ غروب کے وقت افق میں مجموعی اعتبار سے شدت کی سرخی ہو گی وہ سرخی یا تو ضعف اختیار کرے گی یا مزید شدت میں ترقی کرے گی۔ سورت اولیٰ میں یہ شفق احمر ہے کہ اس میں آفتاب کا دور ہونا ظاہر ہوتا ہے اور یہ وقت دائرہ یومیہ کی لیلی غربی قوس کا ہے۔ وقت فجر کا اس سے کیا تعلق کہ فجر تو لیلی شرقی ہے۔ یہاں دیکھنے والوں کو اس اجالا سے دھوکا ہوا جو انہوں نے نقطۂ شمال سے متصل مشرق میں دیکھا ہے لیکن اس پر غور نہیں کیا کہ اس میں جو سرخی ہے وہ تو مجموعی اعتبار سے ضعف پذیر ہے جو شفق احمر پر دال ہے اس میں ضعف بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ ایک حد تک وہ پہونچ کر پھر شدت کی طرف ترقی کرے گا۔ ضعف کا یہ تسلسل آفتاب کی غایت انحطاط تک برقرار رہے گا، پھر اس کے بعد چونکہ افق سے آفتاب کا قرب بڑھے گا۔ لہٰذا اس سرخی میں پھر ترقی آئے گی۔ سپیدی کا مائل بسرخ ہونا یا سرخی کا شدت کی طرف گامزن ہونا دائرہ یومیہ کی قوس لیلی شرقی پر دال ہے ،اس میں وقت فجر ہو گا نہ کہ وقت مغرب ہاں ایک جگہ یہ صورت صادق آسکتی ہے جہاں طلوع اور غروب آفتاب دونوں قریب قریب نقطۂ شمال یا نقطۂ جنوب ہو تو پھر یہاں صبح صادق کا کیا معنیٰ؟ یہاں تو غروب آفتاب کے ساتھ طلوع آفتاب ہے نہ کہ طلوع صبح صادق۔ بہر حال میری رائے میں یہ صورت کہیں ثابت نہیں آئے گی۔

اس سوال کا دوسرا جزء قرین قیاس ہے لیکن اس کا جواب بھی اسی سے ظاہر ہے۔ شفق احمر کے بعد جو سپیدی نظر آتی ہے اس میں بھی تشکیک ہے پھر اس کا استطار یا تو گھٹتا جائے گا اور بیاض میں شدت آتی جائے گی یہاں تک کہ اس کی صورت مستطیل اور بالکل سپید ہو جائے گی لیکن اس کے لئے وقت درکار ہے۔ دو منٹ یا اس سے کم میں یہ صورت نہیں آسکتی ہے۔ اس قلیل وقت کے فاصلے پر جو یہ اجالا نظر آیا یہ مائل بسرخ ہوگا۔ لہٰذا یہ سرخی اگر ضعف کی طرف مائل ہوگی تو وقت مغرب ہے۔ اور اگر شدت کی طرف مائل ہے تو وقت فجر جبکہ ضعف اور شدت کی حد اتصال یہاں نصف النہار کی قوس لیلی ہے۔ لہٰذا یہاں وقت عشاء نہیں پایا جائے گا۔ اور اس کا حکم وہی ہے جو مسئلۂ بلغاریہ میں ہے۔

اس مسئلہ کا وہ پہلو بھی سامنے آیا کہ نقطۂ شمال سے مشرق کو اگر متصل اس اجالے کا کچھ حصہ نظر آجائے تو اس کو طلوع صبح ماننا صحیح نہ ہوگا بلکہ اس کے مجموعی حالات کے تغیر پر نظر رکھی جائے گی جب تک کہ نصف سے زاید اجالا افق بلد کی قوس شرقی پر نہیں آجاتا ہے اس کو وقت فجر نہیں کہا جائے گا، اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہو رہی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دونوں دست نبوت کو ملا کر پھیلا دیا تھا جبکہ رخ انور مشرق کو تھا، رخ انور سے صبح صادق کے لئے جہت افق مشرق کو بتایا جبکہ دست نبوت کو پھیلا کر شمال وجنوب کو اس کے استطار کی تعلیم فرمائی۔ لہٰذا ان جگہوں کے مذکورہ ایام میں جب تک آفتاب غایت انحطاط میں نہیں آیا ہے تو اجالے کا اکثر حصہ نقطۂ شمال سے مغرب میں ہوگا۔ اس کی چوڑائی اب نقطۂ شمال سے جنوب کو ضرور ہے لیکن افق مشرق پر نہیں بلکہ افق مغرب پر۔ پھر اس کو طلوع صبح کہنا میری ناقص فہم وادراک سے بالاتر ہے، اور اگر آفتاب غایت انحطاط میں ہو تو اجالے کا استطار شرق سے غرب کو ہوگا نہ کہ شمال سے جنوب کو۔ لہٰذا اس کو بھی صبح صادق نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہاں نصف سے زائد حصہ نقطۂ شمال سے مشرقی قوس پر نظر آئے تو یہ فجر کا وقت ہوگا۔ اکثریت پر یہاں حکم کل لگانے میں کوئی مذائقہ نہیں ہے۔

(۲) اس میں وقت عشاء ملا ہی نہیں تو اس سلسلے میں مسئلۂ بلغاریہ میں حضور اعلیٰ حضرت نے

فرمایا کہ امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضا پڑھیں۔ میں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوائی وغیرھما نے فرمایا ان پر سے عشاء ساقط ہے۔

(رضویہ ج/4 ص/646)

لیکن یہاں برہان کبیر کے حکم پر عمل ہے تو پھر حکم قضا کا ہونا چاہئے۔

فتاوائے رضویہ سے منقول مذکورہ بالا عبارتوں کا تعلق گرچہ ہفت اقلیم سے ہے لیکن اوقات صوم وصلوٰۃ میں دائرۂ یومیہ کا جو مرکزی کردار ہے وہ یہاں اظہر من الشمس ہے اس میں بھی کوئی خفا نہیں رہا کہ اس دائرہ کی لیلی غربی قوس میں ہی وقت مغرب ہے اور لیلی شرقی قوس میں وقت فجر ہے جہاں یہ دائرہ دائرۂ افق سے منقسم نہ ہو۔ یعنی آفتاب کا مکمل یومیہ دورہ بالاءِ افق یا زیر افق ہو تو وہ مسائل جن کا تعلق شب وروز سے ہے ان کا قیاس ہفت اقلیم پر ہی کیا جانا چاہئے۔ مثلاً اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا " خمس صلوۃ فی الیوم واللیلۃ " بالفرض قطب شمالی میں کوئی شخص قیام پذیر ہو تو اسے یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ اس حدیث پاک کا مفہوم یہ بیان کرے کہ ایک سال میں پانچ نمازیں ہی ہیں، اسلئے کہ وہاں کے دن ورات کا وجود دائرۂ یومیہ سے نہیں بلکہ میل شمس سے ہے۔ اور نہ امریکی ریاست الاسکا کے شہر "بیرو" کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ دس مئی سے یکم اگست تک صرف دو وقت کی نماز ہے ایک بار ظہر اور ایک بار عصر۔ یکم نومبر سے یکم فروری تک صرف تین وقت کی نماز ہے۔ ایک بار مغرب ایک بار فجر اور ایک بار عشاء پھر درمیان میں ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ پانچ نمازیں ہیں، حالانکہ حدیث پاک کے مطالب رفیعہ ان معارضات سے اعلیٰ وبالا ہے۔

اسی طرح حیض کی اقل مدت تین دن اور تین رات ہے جبکہ سویڈین ناروے ممالک بعیدہ میں عدت طلاق صرف ایک دن یا صرف ایک رات میں پوری ہوسکتی ہے، ممکن ہے کہ سورج تین حیض تک زیر افق گیا ہی نہیں یا پھر اتنی مدت تک بالاءِ افق وہ اپنا چہرہ دکھایا ہی نہیں، ایسے درجنوں شبہات کا ازالہ دائرۂ یومیہ سے ہی ہوگا چاہے وہ دائرہ بالاءِ افق ہو یا زیر افق یا پھر نقطۂ شمال وجنوب کے مابین۔

لہٰذا اس کے وہ چاروں حصے اوقات صوم وصلوٰۃ میں پیش نظر ہونگے اس کے ساتھ دائرۂ افق اور دائرۂ نصف النہار کے تقاطع سے جو معرض وجود میں آئے ہیں ایک ہی نصف النہار میں چار آبادیاں ہیں معدل سے بعید ترین آبادی 48 درجہ 33 دقیقہ عرض شمالی میں واقع ہے۔قریب ترین آبادی 45 درجہ 33 دقیقہ میں ہے۔بالترتیب باقی دونوں میں بھی ایک ایک درجہ کا فاصلہ ہے جبکہ آفتاب تحویل سرطان میں آیا ہے۔معدل سے بعید ترین جگہ میں وقت عشاء نہیں پایا جائیگا،باقی تینوں میں پایا جائے گا۔بالترتیب ان چاروں میں سے ہردو کے مابین ایک سو گیارہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔بعید ترین جگہ میں شفق ابیض مستطیر غروب ہی نہ ہوگا۔باقی تینوں میں تو یہ شفق غارب ہوگا لیکن بیاض مستطیل برقرار رہیگا۔سورج کے غایت انحطاط سے پیشتر ہی اجالا کا ایک بڑا حصہ بعید ترین جگہ کے مشرقی افق پر نظر آئیگا جبکہ مجموعی اجالا پر صبح کاذب کا عمود بھی صاف دکھائی دیگا۔باقی جگہوں سے تو صبح کا یہ اجالا نظر نہیں آئیگا لیکن طولانی بیاض تینوں کے سامنے ہوگا ان تینوں میں سے کوئی بھی اس بیاض کو صبح کاذب نہیں کہتا ہے بلکہ شفق مستطیل ہی کہتا ہے اور وہاں کے باشندوں کا اس بیاض کو صبح کاذب نہ کہنا حق بجانب بھی ہے جب تک کہ یہ نقطۂ شمال کو عبور نہ کرلے اس کو صبح کاذب نہیں کہا جائیگا۔

اور حضور اعلیٰ حضرت کی وہ تحقیق جو فتاوائے رضویہ کے ج/ 4 ص/624 تا ص/625 ضیابار ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کاذب کے عقب میں ہی صبح صادق ہے اور بالاتفاق جب یہ صبح کاذب نہیں تو اس کے عقب کا وہ اجالا جو بعید ترین آبادی نے نقطۂ شمال سے مشرق میں دیکھا ہے اس کو صبح صادق کہنا کس طرح سے درست کہا جائے؟............کہ اس کے اوپر جو عمود ہے اس بیاض کو اس نصف النہار کی کسی بھی آبادی نے صبح کاذب نہیں کہا۔آبادی کی اس ترتیب کو اگر شمال وجنوب کے بجائے مشرق ومغرب کر دیا جائے پھر بھی نتیجہ یہی برآمد ہوگا جیسا کہ افریقی ریگستان میں یہ آبادیاں اگر خط استویٰ پر واقع ہوں اور یہاں بھی دو آبادی کے مابین کا فاصلہ یہی ہو۔مارچ کی بیس یا ستمبر کی بائیس تاریخ ہو ان چاروں میں جو جانب مشرق ہے اس کے مشرقی افق کے اٹھارہ درجے کے انحطاط

پر سورج ہو تو یہاں سے صبح کا اجالا صاف نظر آئیگا جبکہ باقی جگہوں سے صبح کاذب نظر آئیگی۔ اسی کے عقب میں پہلی آبادی کو صبح صادق کا نظارہ ہو رہا ہے۔ یہاں بھی صبح صادق صبح کاذب سے جدا نہیں ہے۔

یا پھر روسی شہر ''ورکھویانسک'' کو پیش نظر رکھیں جو ساڑھے سرسٹھ درجہ عرض شمالی میں ہے جبکہ آفتاب تحویل جدی میں ہو تو یہاں کا سورج نظر ہی نہیں آئیگا۔ وقت فجر کافی طویل ہوگا۔طلوع فجر کے بعد بالتدریج سرخی کا غلبہ ہوتا جائے گا۔رفتار سست ہوگی۔افق سے قرب بڑھیگا۔غایت قرب سے کافی پہلے غربی افق پر بھی سرخی پھیلے گی لیکن اس کو شفق احمر نہیں کہا جائیگا کہ یہ سرخی ضعف کے بجائے شدت کی طرف مائل ہوگی۔ایک وقت وہ بھی آئیگا کہ نقطۂ جنوب سے شرق وغرب میں شدت کی سرخی کا قبضہ ہوگا سورج غایت قرب میں افق کو چھوتا ہوا الٹے پاؤں دور ہوتا جائے گا جبکہ افق قریب کی طرف چند سکنڈ کی ہی مسافت رہ گئی تھی یہ وقت مغرب کی ابتداء ہے۔جس طرح افق مغرب میں سرخی کے باوجود اس کو وقت مغرب نہیں کہا گیا اسی طرح افق مشرق میں اجالا کے باوجود وقت فجر نہیں کہا جائیگا جیسا کہ یہاں غایت قرب کے بعد وقت مغرب کی ابتداء ہوئی اسی طرح وہاں غایت بعد کے بعد ہی وقت فجر شروع ہوگا۔**وھٰذا ما سنح لی والعلم بالحق عنداللّٰہ العظیم وعند رسولہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم**

مسلک اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیر سلطنت

کچھ دنوں سے متعدد رسائل اور جرائد میں مسلک اعلیٰ حضرت کی نئی نئی تشریحات سامنے آرہی ہیں کہ اس کا اطلاق صرف عقائد پر ہوگا یا صرف مسائل فقہیہ پر یا پھر دونوں پر؟ حالانکہ اس بحث کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اس کے باوجود کچھ مضامین ایسے بھی پڑھنے کو ملے جن میں اس اصطلاح کو عقائد کے ساتھ خاص قرار دیا گیا، اس تخصیص میں کونسا مفاد کارفرما ہے۔ علماء کرام اس سے غافل نہیں ہیں۔ اگر کچھ حضرات کو فتاوائے رضویہ کے کچھ مسائل سے اختلاف ہو تو انہیں اپنی تحقیق جدید کو پیش کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن فتاوائے رضویہ کی صورت اصلیہ کو بگاڑنے کا اختیار ہرگز نہیں ہے۔

یہ نیا حکم مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہوگا۔ اس حکم کیلئے مسلک کی کوئی نئی تعریف نہیں کی جائیگی اور نہ ہی ایک حکم مخالف کی وجہ سے کوئی خارج مسلک کہلائے گا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس مسئلہ جزئیہ فقہیہ میں یہ محقق جدید تابع مسلک نہیں اور یہ ان کی علمی قابلیت اور محققانہ کاوش کا نتیجہ ہے۔ یہ غیر مناسب ہوگا کہ اپنے حکم کو موافقت کی صورت دینے کے لئے مسلک کی تعریف ہی بدل دی جائے۔ میری ناقص رائے میں وہی مناسب رہے گا جو ہمارے پیش رو علماء اہلسنت نے "مسلک اعلیٰحضرت" کا جو معنیٰ بتایا ہے۔ جیسا کہ مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مدینہ طیبہ میں اپنی وصیت تحریر فرمائی جس میں آپ نے فرمایا.........." الحمدللہ میں مسلک اہلسنت میں زندہ رہا اور مسلک اہلسنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے"

(مسلک اعلیٰ حضرت حقائق ومعارف ص532)

اور حدیث پاک ما انا علیہ و اصحابی کا ترجمہ حضور ملک العلماء حضرت علامہ مفتی محمد ظفر الدین صاحب یوں کرتے ہیں "جو (امت) میرے اور اصحاب کے مسلک پر رہیگی یعنی مسلک اہلسنت وجماعت"۔ (حیات اعلیٰ حضرت اول ص/80)

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدیؔ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں........ ''ان کی ان خدمات کو دیکھتے ہوئے مذہب اہلسنت و جماعت کے مقتدر ہستیوں نے اجماع کے ساتھ مسلک ابوحنیفہ کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نام دیدیا''۔

(مقالات شارح بخاری ج/2ص/325)

تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے انھیں تین حوالوں پر غور کیا جائے تو مسلک اعلیٰحضرت کا معنیٰ چمکتے ہوئے سورج کی طرح منکشف ہوکر سامنے آجائے گا۔حضور مبلغ اسلام کے فرمان سے واضح ہے کہ جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے وہی مسلک اہلسنت ہے اور حضور ملک العلماء نے ما انا علیہ و اصحابی کا ترجمہ مسلک اہلسنت و جماعت سے کیا اور حضور فقیہ الھند نے مسلک ابوحنیفہ کو مسلک اعلیٰ حضرت کہا،ان میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کہ مذہب کا استعمال کہاں ہو رہا ہے۔مسلک کا کہاں اب جدید مضمون نگاروں کو کون ایسی ضرورت دامن گیر ہوئی کہ مذہب و مسلک کے مفاہیم و معانی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور کہا جا رہا ہے کہ مذہب کا استعمال مسائل فقہیہ میں ہوگا جبکہ مسلک کا استعمال صرف اعتقادیات میں حالانکہ حضور فقیہ الھند نے مسلک کی اضافت امام اعظم کی طرف بھی کی اور فاضل بریلوی کی طرف بھی۔اور اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ یہاں مسلک ابوحنیفہ سے کیا مراد ہے۔مسائل فقہیہ یا عقائد سنیہ؟ یا پھر دونوں کو عام ہے۔ان تشریحات کے باوجود نئی روشنی کہاں سے آئی جس نے مذہب و مسلک میں دوری بڑھائی اور مذہب کا اطلاق صرف مسائل فقہیہ پر رہا۔جبکہ مسلک کی رہائش عقائد میں نظر آئی پھر مسلک اعلیٰ حضرت کی جدید ترجمانی کرتے ہوئے ایسا معنیٰ سامنے پیش کیا گیا جس میں مسلک کے بارے میں اسلاف کی محنت و جانفشانی کی کوئی پرواہ نہیں کی گئی۔مسلک کی جدید ترجمانی کی وجہ سے ایک صدی کے علماء اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ایک ایسی حقیقت سامنے آئیگی جو ایک تباہ کن خوفناک طوفان کی نشان دہی کریگی۔مسائل فقہیہ میں علمائے اہلسنت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔کہ ہر ایک کو مسائل جزئیہ میں اختلاف کا اختیار ہوگا چاہے اختلاف کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا

جائے پھر بھی اس جدید مجتہد کا دعویٰ ہوگا کہ ہمارا قلم مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف نہیں بلکہ ہم تو اس کے پاسبان ہیں کہ مسلک کا اطلاق صرف عقائد پر ہے مسائل پر نہیں۔اس کے مقابلہ میں اگر مذہب کا استعمال صرف مسائل پر ہو تو پھر ہم ایک صدی کے ان فتاوے کو کہاں لے جائینگے جن میں رافضی، خارجی، وہابی، دیوبندی اور قادیانی وغیرہم فرقہائے باطلہ کو بدمذہب یا مذاہب باطلہ کہا گیا ہے۔تو پھر کوئی صلح کلی کہہ سکتا ہے کہ ان مذاہب باطلہ کا اختلاف سنیوں سے مذہبی اختلاف تھا نہ کہ مسلکی۔اور خاصکر فتاوائے رضویہ میں درجنوں جگہ ان لوگوں کے بارے میں بدمذہب کا لفظ مستعمل ہے۔دور ترقی کی جدید روشنی میں کسی کو ان مذاہب باطلہ سے سنی بریلوی کا اختلاف فروعی نظر آئیگا کہ ان لوگوں کو بدمذہب کہا گیا ہے نہ کہ بدمسلک اور دلیل کے طور پر فتاوائے رضویہ کو پیش کریگا کہ دیکھو اعلیٰ حضرت نے بدمذہب کہا ہے جبکہ مذہب کا استعمال مسائل فقہیہ میں ہوگا۔**والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**

اسی طرح فقیہ الہند کے حوالہ سے جو ان کی تحریر مذکور ہوئی اس میں مذہب کی اضافت اہلسنت کی طرف ہے اور مذہب اہلسنت ہی کو سنی علماء کرام نے مسلک اعلیٰ حضرت کہا، حالانکہ جدید مضمون نگاروں کی تحقیقی روشنی میں مذہب و مسلک کا استعمال یہاں فقیہ الہند کی عبارت میں اپنی جگہ پر نہیں ہے کہ اہلسنت کی طرف مذہب کی اضافت ہے اور امام اعظم کی طرف مسلک کی۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مستند اور قابل فخر کتاب ہدایہ کے شروع خطبہ میں دیکھیں تو وہاں یہ عبارت نظر آئیگی کہ "**واخلفهم علماء الیٰ سنن سننهم داعین یسلکون فیما لم یؤثر عنهم مسلک الاجتهاد**" اس عبارت میں صاف وضاحت ہے کہ وہ علماء کرام جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام **علیٰ نبیہ وعلیهم الصلوٰۃ والسلام** کی سنتوں کے طریقے کی طرف داعی اور نائب بنایا۔انبیاء کرام سے جو جزئی مسئلہ ماثور نہیں ہے اس میں یہ لوگ اجتہاد کے مسلک پر چلتے ہیں۔یہ کتاب تو فقہ میں ہے تو پھر یہاں مسلک کا استعمال بے جا تو نہیں؟

وہ حضرات زیادہ بتا سکتے ہیں جنہوں نے مسلک کو عقائد کے ساتھ خاص مانا ہے۔ حضور مبلغ اسلام نے فرمایا کہ مسلک اعلیٰ حضرت وہی ہے جو انکی کتابوں میں مرقوم ہے اور جب فتاوائے رضویہ یا اعلیٰ حضرت کی دوسری کتابیں دیکھتے ہیں تو مروجہ وغیر مروجہ تقریباً پچپن (55) علوم وفنون پر دلائل و براہین سے مزین انکی ایمان افروز ایسی تحریریں نظر آتی ہیں جو دور حاضر کے محققوں کو انداز تحقیق کی طرف دعوت فکر دے رہی ہے۔

ان کتابوں کو دیکھنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حکم یا قول جو مبنی برحقیقت ہے وہ مسلک اعلیٰحضرت ہے چاہے اس کا تعلق عقائد سے ہو یا مسائل فقہیہ سے ہو۔ نجوم سے ہو۔ یا توقیت سے ہو۔ فلکیات سے ہو یا ارضیات سے ہو۔ جس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کی تحقیق ہے وہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی جدید تحقیق آتی ہے تو یقیناً وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہی ہوگی۔ اگر یہ اختلاف کسی ایک جزئی مسئلہ میں ہے تو یہ جزئی اختلاف کہلائیگا اور اگر اختلاف اعتقادیات میں ہو تو حکم اور سخت تر ہوگا۔ اعتقادیات کے علاوہ باقی علوم وفنون میں بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی دلکش اور نورانی کرنوں کا مشاہدہ فاضل بریلوی کی کتابوں سے ہر ایک کر سکتا ہے۔

تحقیقات کی کچھ بہاریں ھدیۂ ناظرین ہیں۔ ان میں بعض کا تعلق معقولات سے ہے جبکہ دوسرے بعض منقولات میں سے ہیں اور دونوں صورتیں مسلک اعلیٰ حضرت کی کرنوں سے تابناک نظر آرہی ہیں۔

ماکول اللحم کی ناجائز چیزیں

جس طرح سے معقولات میں ایک نہیں درجنوں ایسے مسائل فتاوائے رضویہ میں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں جن کی ضیاباری سے تردد وتحیر کے بھنور میں غوطہ زن سیکڑوں اذہان کے لئے کامیابی کی راہیں کھلتی نظر آ رہی ہیں۔

ٹھیک اسی طرح منقولات میں بھی تحقیق کے آبشار بھوٹ رہے ہیں جیسا کہ مذبوح جانور کے اعضاء غیر ماکولہ کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے.......

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من الشاۃ سبعاً المراء ۃ والمثانۃ والحیاء والذکر والانثیین والغدۃ والدم .....

یہاں حدیث پاک میں سات اعضاء کا تذکرہ ہے جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ناپسند فرمایا جبکہ دم مسفوح کے بارے میں قرآن کریم ناطق ہے۔اس پر ناپسند کچھ اعضاء کا آپ نے اضافہ فرمایا اس اضافہ سے فقہاء کرام کی رہنمائی ہوئی اور ان حضرات نے کتاب اللہ اور سنت رسول کے اضافی بیان کے مابین علت مشترکہ کو تلاش کیا۔جس کی وجہ سے فقہاء متقدمین ومتاخرین کی جد وجہد سے اور پانچ چیزوں کا اضافہ ہوا۔یہ اضافہ دراصل حدیث پاک کی ہی تشریح ہے۔اس صراحت میں ہمیں حرام مغز، گردن کے دو پٹھے، خون جگر ،خون طحال اور خون گوشت کا بھی حکم مل گیا۔

ہم پر ان فقہائے کرام کا یہ عظیم احسان تھا،ایک کی حرمت قرآن کریم میں پائی گئی، نبی کریم ﷺ نے مزید اور چھ کو ناپسند فرمایا۔ان چھ کی روشنی میں فقہائے کرام کو اور پانچ چیزیں ملیں۔ناپسند اعضاء کا کل میزان بارہ تک پہونچا۔اسی پر بارہ صدیوں سے بھی زائد ایک طویل زمانہ گذر گیا،اب یہیں سے محققین عصر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلم کو

چومنے کے لئے بے تاب نظر آرہے ہیں۔اس مظلوم عبقری محقق کی جب اس حدیث پاک پر نظر پڑی ہے اور عظیم فقہاء کرام کی تشریحات سامنے آتی ہیں تو مچل جاتے ہیں اور اسی روشنی میں فقہ کے ان جزئیات کی تعداد کو آگے بڑھاتے ہیں۔ایک درجن صدیاں گذرنے کے بعد ان ناپسند اعضاء میں ایک دو نہیں بلکہ اور دس چیزوں کا اضافہ فرماتے ہیں۔

(۱) دم قلب (۲) پت یعنی زرد پانی جو پتے میں ہوتا ہے (۳) ناک کی رطوبت (۴) پاخانے کا مقام (۵) اوجھڑی (۶) آنتیں (۷) نطفہ (۸) وہ نطفہ کہ خون ہوگیا (۹) وہ کہ پورا جانور ہوگیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔

جو ایک کا بیان قرآن میں تھا اس کو سات تک پہونچایا، حدیث پاک نے پھر ان کی علت مشترکہ کی وجہ سے فقہاء کرام کے اجتہاد نے اس عدد کو بارہ تک پہونچایا اور احمد مختار کی رضا احمد رضا نے اس عدد کو بائیس تک پہونچایا۔اس پر سرکار اعلیٰ حضرت خود تحریر فرماتے ہیں..................

''اب سات کے سہ گونہ سے بھی عدد بڑھ گیا اور ہنوز اور زیادات ممکن، وہ سات اشیاء حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں اور دس کہ فقیر نے زیادہ کیں'' (فتاوائے رضویہ ج ر 8 ص ر 327)

حلال جانور میں ان بائیس چیزوں کے عدم جواز پر ایک صدی سے زائد عرصہ تک علماء اہلسنت کا اتفاق ہے۔دور حاضر کے محققوں کا بھی ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ فقہ کے ایک جزئیہ حلال جانور کے بارے میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیر حیثیت کا یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے۔

اس کے باوجود ہمارے کرم فرماؤں کی کچھ کرم فرمائیاں ایسی بھی سامنے آرہی ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال صرف عقائد میں ہے مسائل فقہیہ میں نہیں۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ ان کی سادگی ہے یا پھر بیدار خواب کی پیش بندی؟

مسئلہ کنویں کا

فقہ کی کتابوں میں جہاں نجاست کا بیان آتا ہے اس میں ایک اہم باب کنویں کا ہوتا ہے۔اس کے جزئیات اس قدر منتشر ہیں جنہیں احاطہ ضبط میں لانا بہت ہی مشکل ہے، وہی اس پر کامیابی کا دعویٰ کرسکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق ہو کہ مقامات کی تبدیلی سے کہیں کنوں کی بناوٹ میں تغیر آتا ہے تو کہیں پانی کے نکالنے کے طریقوں سے کہیں سیکڑوں بالٹیاں کھینچنے کے باوجود ایک انچ بھی پانی نیچے نہیں اترتا ہے، تو کہیں جدید پانی کے لئے پورے دن کا انتظار رہتا ہے۔ پھر اس پانی میں گرنے والوں کی کوئی ایک نوعیت نہیں ہوتی ہے۔

نجاست گری ،درندہ گرا ، چرندا گرا، پرندہ گرا، یا انسان گرا سبھوں کی حیثیت بھی ایک نہیں ہے۔ پھر گرنے کے بعد مرگیا یا زندہ نکل آیا، زندہ نکلا تو منہہ ڈالا یا نہیں، مرنے کی صورت میں پھول گیا یا پھٹ گیا، یا نہیں۔ الغرض صورتیں بدلتی جائیں گی، حکم بدلتا جائے گا۔عام طور پر کنویں کی بناوٹ گول ہوتی ہے جبکہ باب الحیاض میں حوض کبیر دہ در دہ کو قرار دیا گیا ہے۔اور دہ در دہ کا حساب وہاں تو کرسکتے ہیں جو خطوط اربعہ کے احاطے میں ہو اور چاروں خطوط مساوی ہوں۔

یہ صورت صرف حوض مربع میں پائی جائے گی، لیکن حوض اگر مستطیل ہے تو دہ در دہ کی اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں، مربع کی صورت میں چونکہ طول وعرض دونوں برابر ہیں اس لئے خط طول اور خط عرض سے اسکی پیائش ہو جاتی ہے۔اور اسی سے مستطیل کا قاعدہ ہاتھ آیا کہ دہ در دہ کا میزان چونکہ سو کا رقبہ ہوا۔لہٰذا اس کے طول وعرض کا حاصل ضرب اگر سو آئے تو یہ بھی حوض کبیر ہوگا کہ مستطیل میں جس طرح طول کے دونوں خط برابر ہیں اسی طرح عرض کے بھی دونوں خط مساوی ہوں گے۔ بہر حال مربع میں بھی خطوط اربعہ کا وجود ہے اور مستطیل میں بھی۔لیکن کنویں کی صورت یہ نہیں بلکہ یہ تو دائرہ کی شکل میں ہے اور دائرہ کا خط

محیط ایک ہوتا ہے، دوسرے خط کا اس میں وجود ہی نہیں تو پھر ایک کو دوسرے میں ضرب دینے کا کیا معنیٰ؟ اور محیط خطوط کی پیائش بھی ایک نہیں کہ مختلف اشکال کے خطوط اربعہ کا مجموعہ مختلف نظر آتا ہے۔ جبکہ رقبہ ایک ہی ہے جیسا کہ سو ہاتھ رقبہ کی شکل مربع متساوی الاضلاع کے چاروں خطوط کا مجموعہ چالیس ہوگا لیکن شکل مستطیل کا طول اگر بیس ہاتھ ہے اور عرض پانچ ہاتھ تو اس کے خطوط اربعہ کا مجموعہ پچاس ہوگا۔ حالانکہ یہ رقبہ وہی، سو ہاتھ ہے۔ لہٰذا خطوط اربعہ پر بھی کنویں کا قیاس صحیح نہ ہوگا۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ کنواں دہ دردہ کب ہوگا؟ کہ وہ حوض کبیر کے حکم میں آجائے اور نجاست گرنے کے باوجود پانی پاک رہے اسی الجھن سے متاثر ایک طالب حق نے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت سے استفتاء کیا۔ سوال بہت ہی مختصر ہے...............

سوال:۔ کنویں کا دور کئی ہاتھ ہونا چاہئے کہ دہ دردہ ہو جائے؟

اس سوال کا یہ جواب کافی تھا کہ اڑتالیس ہاتھ اس پر بطور دلیل فتاوائے عالمگیری کا حوالہ کافی تھا۔ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی پوری ہو جاتی، اور مستفتی بھی مطمئن ہو جاتا لیکن تحقیق کا حق اس سے ادا نہ ہوتا، اور نہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ذمہ داری اس سے پوری ہوتی۔ بلکہ اس جواب کو تقلید محض کہا جاتا۔ اس مختصر سوال پر اعلیٰ حضرت کا مجددانہ جواب ہدایہ سائز کے نو صفحات پر مشتمل ہے۔ اور وہ بھی ایسا کہ کوزے میں سمندر ہے۔ جواب کو پڑھتے جائیے اور احمد رضا کی شکل میں قادر مطلق کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرتے جائیے۔ ایک ایک جملہ میں آقائے دوجہاں روحی فداہ ﷺ کے محیر العقول ایک معجزہ احمد رضا کی تجدیدی و تحقیقی جلوہ آرائی سے خانۂ دل کو دلکش بناتے جائیے۔ اور ساتھ ہی العطایا النبویہ کے نام سے دولت بے بہا کا ایمان افروز منظر دیکھتے جائیے۔ گرچہ اسکے معنوی عرش تک میری فہم و فراست کی پرواز مشکل ہی نہیں قریب قریب محال ہے کہ اس پر میری علمی بے مائیگی کا دبیز پردہ پڑا ہے۔ اس کے باوجود اس کی جو نورانی کرنیں پردے کو روند کر باہر آرہی ہیں انھیں میں اپنے احباب کی نذر کرنے میں فخر محسوس کر رہا ہوں۔ فاضل بریلوی کا جواب ہے.................

جواب :۔ اس میں چار قول ہیں۔ ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے۔

(فتاوائے رضویہ ج/1 ص/321)

قول اول: اڑتالیس ہاتھ خلاصہ وعالمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی وفتاوائے کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا۔ سید طحطاوی نے اس کا اتباع کیا۔

قول دوم: چھیالیس ہاتھ۔ بعض کتابوں میں اسی کو مفتیٰ بہ بتایا، بحرالرائق میں یہی منقول ہے۔

قول سوم: چوالیس ہاتھ۔ جامع الرموز میں یہ منقول ہے۔

قول چہارم: چھتیس ہاتھ۔ ملتقط میں اس کی تصحیح کی۔ امام ظہیرالدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور فن حساب میں مبرہن ہے۔ (فتاوائے رضویہ ج/1 ص/322)

یہاں ہر ایک قول پر حوالجات موجود ہیں لیکن میں نے نقل نہیں کیا کہ طوالت کا خطرہ ہے۔ درجنوں حوالے کی یہاں ضرورت نہیں تھی ایک نقل کر کے اس کا حوالہ دے دیا جاتا ایک مفتی کی ذمہ داری ختم ہو جاتی لیکن قربان جائے مسلک اعلیٰ حضرت پر کہ یہاں تقلید محض کا نام دارالافتاء کی ذمہ داری نہیں بلکہ میزان تحقیق میں رکھکر اس کے ہر ایک زاویہ پر نظر ہوتی ہے۔

بغور معائنہ کے بعد ہی تائیدی کلاہ افتخار سرفراز کیا جاتا ہے اس میں چار قول موجود ہیں بظاہر ہر ایک دوسرے کے خلاف ہے لیکن فاضل بریلوی کا جواب چاروں سے مختلف ہے۔ آپ فرماتے ہیں.........................

اقول: تحقیق یہ ہے کہ اس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہیئے۔

(فتاوائے رضویہ ص/310)

چند سطر پہلے امام اہلسنت کے حوالہ سے یہ عبارت گزری کہ اس میں چار قول ہیں۔ ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے۔ یہ جدا تحقیق کون سی ہے؟

☆ ''اقول'' سے اسی کی ابتداء ہے۔ پہلے اپنا موقف ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا دور تقریباً

ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہیے۔امام ظہیرالدین مرغبانی نے چھتیس ہاتھ کے قول کو فن حساب سے مبرہن قرار دیا اور اسی کو حصر کے ساتھ صحیح قرار دیا اور فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔

☆ مذکورہ چاروں اقوال میں یہ قول مسلک اعلیٰ حضرت سے قریب تر ہے۔ پھر اس کے بعد چوالیس ہاتھ پھر چھیالیس ہاتھ اور عالمگیر میں تو اڑتالیس ہاتھ پر جزم کیا۔لیکن سیدالانبیاء کا ایمان افروز معجزہ دیکھئے۔اپنے احمد رضا سے کیسی تحقیق کرا رہے ہیں۔فرماتے ہیں ساڑے پینتیس ہاتھ چاہئے۔یعنی 35.449 تو قطر تقریباً پانچ گز ساڑھے دس گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک انگلی یعنی 11.204 ہاتھ بیان اس کا یہ ہے کہ اصول ہندسہ مقالہ چہارم شکل بارہ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے۔یا قطر دائرہ کو ربع محیط یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے۔یا قطر محیط کو ضرب دیکر چار پر تقسیم کیجئے کہ حاصل سب کا واحد ہے۔(فتاوائے رضویہ ج/1 ص/322)

سوال تھا کنویں کا دور کئی ہاتھ ہونا چاہیے؟ یہ سائل کی دانش مندی ہے وہ جانتا ہے کہ حوض کبیر میں مساحت کا اعتبار ہے، نہ کہ محیط کا۔جسم چاہے ایک خط کے احاطہ میں ہو یا متعدد خطوط کے۔اور سائل کو یہ بھی معلوم ہے کہ قطر و محیط میں ایک خاص تعلق ہے۔اسی پر مساحت کی پیائش کا دارومدار ہے۔سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے اسی لئے اپنے بیان میں کچھ ایسی وسعت دی ہے جس کے سامنے علم ریاضی کے قواعد وضوابط بھی دست بستہ خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہے۔

ایک جسم میں طول، عرض، عمق تینوں موجود ہیں۔کسی بھی جسم کی پیائش کے لئے ان تینوں کی پیائش لازم ہے۔مساحت کے لئے خط یا نقطہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ نقطہ میں یہ تینوں مفقود ہے کہ وہ طول، عرض، عمق میں سے کسی میں انقسام کو قبول نہیں کرتا ہے تو پھر اس کی پیائش کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔رہا خط کا تذکرہ تو اس کی پیائش تو ہوسکتی ہے۔لیکن صرف طول میں عرض اور عمق یہاں بھی نہیں۔تو اس کی طوالت چاہے مشرق سے مغرب تک ہو پھر بھی اس سے مساحیت کا صدور غیر ممکن ہے۔لہٰذا حوض سے اسے بھی کوئی تعلق نہ رہا جبکہ

حوض میں سطح آب کا اعتبار ہے اور اس میں طول کے ساتھ عرض بھی موجود ہے۔لہٰذا اس کی پیمائش ہو سکتی ہے لیکن اس میں دقتیں یہ ہیں کہ مسئلہ کنویں کا ہے اور وہ بھی مدور بجائے اس کے اگر یہ مسئلہ مربع یا مستطیل ہوتا تو استخراج مساحت سہل تھا کہ ان میں مرکز جسم سے گزرنے والا خط اس کے متوازی و متحاذی خطوط کا مساوی ہوگا۔لہٰذا طول اور عرض کا حاصل ضرب مساحت سطح قرار دیا گیا ہے۔جبکہ سطح مدور کی شکل ان دونوں سے مختلف ہوتی ہے کہ جسم مدور کے مرکز سے گزرنے والا خط مستقیم جو ایک جانب سے خارج اور جانب مخالف تک واصل ہو ان سارے خطوط مستقیمہ متحاذیہ سے بڑا ہوگا جو جسم مدور میں متصور ہیں۔مرکز سے مار خط مستقیم سے بعد کے ساتھ دوسرے خط میں تناقص ہوگا۔لہٰذا طول اور عرض کا قاعدہ یہاں ٹوٹ گیا کہ خط متقاطع بھی یہاں وہی اس کے برابر ہوگا جس کا مرور مرکز سے ہو۔جب اس دائرہ پر توجہ مرکوز کریں تو یہ بھی تین جگہ نظر آرہا ہے۔پہلا دائرہ مدور ستون میں نظر آرہا ہے۔دوسرا دائرہ گیند میں ایسا نظر آیا جس نے اس کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔اور تیسرا دائرہ سطح آب میں نظر آیا۔دائرہ چاہے ستونی ہو یا کروی ہو یا پھر سطحی ہو ان تینوں میں مساحتیں مختلف ہیں۔ایک ہی دائرہ اگر سطح میں ہے تو اس کی مساحت کم ہوگی۔اس کے مقابلہ میں گیند کی مساحت فزوں ہے جبکہ ستونی دائرہ میں اس سے بھی فزوں تر ہے۔

فاضل بریلوی کی عبارت سے اگرچہ یہی ظاہر ہے کہ آپ نے سطحی دائرہ کو بیان فرمایا ہے کہ مسئلہ کا تعلق سطح آب سے ہے لیکن یہی بنیادی دائرہ ہے کہ اس کا دو چند مساحت کروی دائرہ میں ہے جبکہ یہ اور طول ستون کا حاصل ضرب ستونی دائرہ کی مساحت ہے اس پیائش میں تین بنیادی چیزیں ہیں۔محیط،قطر،مساحت۔سطحی دائرہ کی مساحت کے بارے میں دور حاضر میں ایک ہی طریقہ اسکول اور کالجوں میں رائج ہے اور وہ یہ ہے کہ نصف قطر کے مربع کو 22 پر ضرب دے کر حاصل ضرب کو سات پر تقسیم سے مساحت دائرہ حاصل ہوگی۔یہ بھی اس صورت میں جب نصف قطر کا علم ہو اور مساحت مطلوب ہو جبکہ یہاں معاملہ برعکس ہے۔مساحت معلوم ہے۔سو ہاتھ جبکہ دائرہ مطلوب ہے اور سوال میں نصف قطر تو نسیاً

منسیا ہے لیکن عمل تعکیس کے ذریعہ ہر ایک اس قاعدہ سے مدد لے سکتا ہے کہ معلوم مساحت سو ہاتھ کو سات سے ضرب دیکر بائیس پر تقسیم سے حاصل تقسیم کا جذر نصف قطر ہوگا۔ پھر اس مقدار کو چوالیس سے ضرب دیکر سات پر تقسیم سے دائرہ کا حصول ہوگا۔

بہر حال اس کے بارے میں ماڈرن علوم فنون کی دانش گاہوں پر اسی قاعدہ کی حکمرانی ہے لیکن وہاں کے دانشوروں کے ذہن وفکر سے مغربیت کا خمار جب دور ہوتا ہے تو سر ضیاء الدین جیسے ریاضی داں بھی بارگاہ احمد رضا میں اپنی جبین نیاز کو جھکانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس دائرہ کو ناپنے کے لئے ان ریاضی دانوں کے پاس تو ایک ہی قاعدہ تھا لیکن فاضل بریلوی نے اس کی طرف التفات کئے بغیر اور مزید چار قاعدے بیان فرما دیئے ہیں۔ یہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

پہلا قاعدہ : محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے

دوسرا قاعدہ : قطر دائرہ کو ربع محیط میں ....

تیسرا قاعدہ : نصف قطر کو نصف محیط میں..

چوتھا قاعدہ : قطر محیط کے حاصل ضرب کو چار پر تقسیم سے........................

جیسا کہ انگریزی قاعدہ کی روح رواں 22 ÷ 7 ہے۔ اسی طرح فاضل بریلوی نے بھی اپنے چاروں قاعدوں کو 3.14357265 کی قیمتی دھاگے میں پرو دیا ہے۔ جیسا کہ 22 ÷ 7 کے بغیر انگریزی قاعدہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا ہے اسی طرح 3.14159265 کے بغیر بریلوی قاعدوں سے کوئی بھی استفادہ نہیں کر سکتا ہے۔ یہاں پر بریلوی قاعدے تابناک منفرد ہیرے کی طرح ہیں۔ کوئی اگر انھیں اپنی کلاہ افتخار کی زینت بنانا چاہے تو فاضل بریلوی کی بتائی ہوئی اس مقدار کا لحاظ ضروری ہے۔

عمل قاعدہ اول

☆ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ

حاصل ہوتی ہے۔ یہاں بھی ضرب میں تین مادے لازم ہیں۔(۱) ضارب (۲) مضروب (۳) حاصل ضرب

☆ان تینوں میں سے دو یہاں مجہول ہیں جبکہ ایک معلوم ہے۔ یعنی ضارب اور مضروب مجہول ہیں جبکہ حاصل ضرب یعنی مساحت سو ہاتھ معلوم ہے۔ اس عدد معلوم سے ہی مجہولات کا علم ہوگا۔ اس کی تحصیل میں مشہور قاعدہ اس نسبت پر موقوف ہے جو ضارب اور مضروب کے مابین مجہول ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاضل بریلوی نے فرمایا ''قطر اگر ایک ہے تو محیط 3.14159265 ہے۔

اس سے ضارب اور مضروب کے درمیان کا تناسب معلوم ہو گیا۔ چونکہ دونوں عدد مجہول کا حاصل ضرب سو ہے۔ اگر ان دونوں عدد میں سے کسی کا بھی علم ہوتا تو نتیجہ کو اس عدد معلوم پر تقسیم سے مجہول کا علم ہو جاتا لیکن یہاں تو اس کی بھی گنجائش نہیں کہ دونوں مجہول ہیں یہ تو اسی طرح ہو گیا کہ حاصل ضرب 150 ہے تو ضارب اور مضروب کیا ہیں؟ اس کے لئے درجنوں دو عدد مل سکتے ہیں جن کا حاصل ضرب 150 ہے۔ مثلاً 6x25=150 5x30=150 , 3x50 =150 , 2x75=150 وغیرہ۔

لہٰذا 150 حاصل ضرب کے وہ دونوں عدد متعین تاریکی کے بھنور میں چلے گئے اسی وجہ سے ان مطلوب عددوں کو حاصل کرنے کے لئے فاضل بریلوی نے ایک روشنی عطا کی اور وہ دونوں عدد کا تناسب ہے۔ مثلاً وہ دونوں عدد اگر ایسے ہیں کہ بڑا عدد چھوٹے عدد کا ڈیڑھ مثل ہے۔ یعنی دونوں مجہول عدد میں تناسب ایک اور 1.5 ہے۔ تو ان کی تحصیل آسان ہے کہ اب قاعدہ ہاتھ آیا۔ ایک سو پچاس کو اس تناسب پر تقسیم کیا جائے پھر نتیجہ کا جذر لیا جائے وہ بعینہ چھوٹا عدد ہوگا۔ پھر عدد معلوم کو اس پر تقسیم سے دوسرا عدد بھی برآمد ہو جائیگا۔ لہٰذا وہ دونوں عدد آپس میں 1 اور 1.5 ہے اور ان کا حاصل ضرب 150 ہے۔ ان دونوں کے استخراج میں ایک سو پچاس کو ہم درمیانی تناسب 1.5 پر تقسیم کرینگے۔ اب نتیجہ سو آیا یعنی 150 ÷ 1.5=100 پھر سو کا جذر دس ہے۔

لہٰذا یہی چھوٹا عدد ہے ایک سو پچاس تو پہلے معلوم تھا دس کا علم اب ہو گیا تیسرا عدد باقی ہے اس کی تحصیل میں دو قاعدے ہیں 150 کو اس دس پر تقسیم کیا جائے یا اس دس کو تناسب سے ضرب دیا جائے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے (150 ÷ 10=15) یا پھر (10x1.5=15) تیسرا عدد بھی آ گیا اور وہ 15 ہے۔ لہٰذا ایک سو پچاس جن دو عدد دوں کا حاصل ضرب ہے اور ان دونوں میں ایک اور ڈیڑھ کا تناسب ہے ان میں سے ایک عدد دس اور دوسرا پندرہ ہے اس تناسب کے دوسرے ایسے دو عدد محال ہیں جن کا حاصل ضرب ایک سو پچاس ہو (یہ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک فیض ہے)

امام اہلسنت نے فرمایا کہ قطر اگر ایک ہے تو محیط 3.14159265 ہے جبکہ پہلے قاعدہ میں قطر نہیں بلکہ ربع قطر کا تذکرہ ہے جس مقدار میں ایک میں تناقص ہوگا اسی مقدار میں تناسب میں تزاید ہوگا۔ لہٰذا ربع قطر پر اس تناسب کی تقسیم سے موجودہ تناسب کا حصول ہوگا۔ یعنی ربع قطر سے یہ تناسب ایک اور 12.56637060 ہے جبکہ سائل کو سو ہاتھ مساحت معلوم ہے لیکن ربع قطر اور دائرہ کی مقدار مجہول ہے جو مطلوب ہے مسلک اعلیٰ حضرت کے اسی قاعدہ سے ہر ایک استفادہ کر سکتا ہے اور اسی طرح ان دونوں مجہول کو حاصل کر سکتا ہے اس کا پہلا مرحلہ تناسب مذکورہ پر سو ہاتھ مساحت کی تقسیم ہے یعنی (12.5663706 ÷ 100)=7.95774716 یہ حاصل تقسیم ہوا۔ اور اس کا جذر 2.82094491 آیا جو ربع قطر کی وہ مجہول مقدار ہے جس سے دائرہ کو ضرب دیا گیا تھا۔

رضوی قاعدہ کی اعانت سے اب یہ مجہول مقدار صفحۂ ذہن میں ضو فگن ہے اب دوسرا مجہول عدد حاصل کرنا دشوار نہیں رہا کہ مساحت معلوم کو اس ربع قطر پر تقسیم کیا جائے یا پھر دونوں مجہول عدد کے مابین کی نسبت سے اسی ربع قطر کو ضرب دیا جائے دونوں کا نتیجہ ایک ہوگا اور وہی دوسرا عدد مجہول ہوگا یعنی مساحت 100 ہاتھ ÷ ربع قطر 2.82094491=35.449 سبحان اللہ تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ کا حصول ہوا جو امام اہلسنت نے فرمایا تھا۔

یا پھر ربع قطر 2.82094491 کو تناسب 12.56637060 سے ضرب دیا جائے۔ یعنی 2.82094491 x 12.56637060 = وہی 35.449 تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ آیا حاصل ضرب عین حاصل تقسیم ہوا۔ فاضل بریلوی نے جن چار قاعدوں کو بیان فرمایا تھا ان میں سے پہلا قاعدہ یہی تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ''محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے'' ثابت ہوا کہ سو ہاتھ رقبہ کا دائرہ 35 ہاتھ اور ایک ہاتھ کے ایک ہزار حصوں میں سے 449 حصے ساڑھے پینتیس ہاتھ سے اکیاون ایک ہزارواں حصے کم ہے۔

عمل قاعدہ دوم

کنواں کے محیط دائرہ کے بارے میں مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید جن چار قاعدوں سے ہوئی تھی ان میں دوسرا قاعدہ ہے ''قطر دائرہ کو ربع محیط میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے''

اس قاعدہ میں بھی قطر اور دائرہ کے مابین کا تناسب کلیدی کردار کا حامل ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق وہ تناسب 3.14159265 ہے یعنیہ اس تناسب سے قاعدہ دوم کی عقدہ کشائی دشوار ترین مرحلہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے قطر اور دائرہ کے درمیان یہ تناسب بتایا تھا نہ کہ قطر اور ربع دائرہ کے درمیان جبکہ قاعدہ دوم میں ربع دائرہ کا تذکرہ ہے نہ کہ کامل دائرہ کا۔ لیکن قاعدہ اول میں جس طرح ایک یعنی قطر دائرہ کے تناقص سے تناسب میں تزاید ہوتا رہا اس کے برخلاف قاعدہ دوم میں دائرہ کے تناقص سے تناسب میں بھی تناقص ہوگا یعنی جس طرح اس میں ربع دائرہ کا تذکرہ ہے اسی طرح یہاں ربع تناسب کا ہی اعتبار ہوگا لہٰذا اولین ذمہ داری ربع تناسب کے تعین کی ہے۔ لہٰذا قطر اور دائرہ کے مابین کا تناسب 3.14159265 ÷ متناقص مقدار کا تناسب دائرہ کاملہ سے 4 = 0.785398 موجودہ نسبت حاصل ہوئی اور مساحت چونکہ معلوم ہے سو ہاتھ ۔ لہٰذا 100 ÷ نسبت موجودہ 0.785398 = قطر کا مربع 127.32398 آیا اور اس کا جذر 11.283793

ہاتھ قطر دائرہ کی مقدار بنا مساحت تو سائل کو بھی معلوم تھی۔

فاضل بریلوی کی رہنمائی میں قطر دائرہ کا بھی اب علم ہو گیا لیکن ربع دائرہ کی مقدار اب بھی مجہول ہے اس کی تحصیل میں دو قاعدوں کا بیان ہوا تھا کہ ایک کو موجودہ نسبت سے ضرب دیا جائے۔ یا پھر مساحت کو اس ایک پر تقسیم کیا جائے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہی ہوگا اور وہی ربع دائرہ کی مقدار ہوگا۔ اور یہاں چونکہ ایک برابر 11.283793 ہے۔ لہٰذا ایک یعنی 11.283793x موجودہ نسبت 0.785398= 8.862268 یعنی ربع دائرہ کی پیائش 8.862268 ہاتھ کی ہوئی ۔طریقہ ثانیہ کے مطابق مساحت 100 ہاتھ ÷ تقسیم قطر دائرہ 11.283793= ربع دائرہ وہی 8.862268 ہاتھ کا آیا۔

سبحان اللہ !.........تینوں چیزیں یہاں معلوم ہو گئیں۔مساحت تو پہلے معلوم تھی 100 ہاتھ قطر دائرہ اور ربع دائرہ کا حصول اب ہو گیا اس کے باوجود ابھی تک سوال کا جواب نہ آیا کہ سوال نہ قطر دائرہ کے لئے ہے اور نہ ربع دائرہ کے لئے ہے۔ بلکہ یہ تو دائرہ کے لئے ہے۔

مجدد اعظم کا جواب تشنہ طلب نہیں ہے کہ ربع دائرہ کا چار مثل کامل دائرہ ہوگا یا پھر قطر دائرہ اور تناسب کا حاصل ضرب دائرہ ہوگا ۔یعنی ربع دائرہ 4x8.862268 مثل =35.449 ہاتھ کا دائرہ ہوا اور طریقہ ثانیہ کے مطابق قطر دائرہ 11.283793x تناسب 3.14159265 وہی 35.449 ہاتھ کا نتیجہ آیا جو فاضل بریلوی نے فرمایا کہ کنویں کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہے۔قاعدہ دوم کا ماحصل قاعدہ اول کا عین نتیجہ ہے۔

عمل قاعدہ سوم

سو ہاتھ مساحت کنویں کا دور تقریباً 35.5 ہاتھ مسلک اعلیٰ حضرت کے اس جزئیہ کی تائید میں امام اہلسنت نے جو تیسرا قاعدہ نقل فرمایا ہے۔فتاوائے رضویہ میں وہ یہ

ہے......''نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے''

اس قاعدہ میں متناسبین میں سے ہر ایک کی تنصیف ہے۔ اگر دونوں کے اجزاءِ تحلیلیہ تعداد میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو ایک کے ہر ایک جزء کو دوسرے کے ہر ایک جزء سے وہی نسبت ہوگی جو پہلے کل کو دوسرے کل کے ساتھ تھی۔ قطر کی تنصیف سے تناسب میں جو تزاید تھا دائرہ کی تنصیف سے وہ پھر اپنی جگہ لوٹنے پر مجبور ہوا۔

لہٰذا نصفین کے درمیان وہی تناسب برقرار رہا جو قطر اور دائرہ میں امام اہلسنت نے بتایا تھا، یعنی ایک اور 3.14159265/اس آلہ پیائش کے ذریعہ معلوم مساحت سو ہاتھ سے مجہول ضارب اور مضروب کا استخراج کر سکتے ہیں۔ مساحت 100 ہاتھ ÷ نسبت 3.14159265 = 31.830989 حاصل تقسیم ہے اور اس کا جذر 5.64189 آیا جو نصف قطر کی مقدار بنا۔ اس کا ضعف وہی 11.283793 ہاتھ مقدار قطر ہوا۔ پھر اس قطر کو تناسب دائرہ سے ضرب دیا جائے یا نصف قطر کو اس سے ضرب دیکر دو مثل لیا جائے نتیجہ وہی 35.449 آئیگا جو دونوں ماسبق نتیجوں کا عین مطابق ہے۔

عمل قاعدہ چھارم

دور بیر کے بارے میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مؤید کے طور پر فاضل بریلوی نے جن چار قاعدوں کو نقل فرمایا ہے ان میں چوتھا قاعدہ یہ ہے.....'' قطر و محیط کے حاصل ضرب کو چار پر تقسیم سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے''

اس عبارت سے واضح ہے کہ قطر و محیط کا حاصل ضرب مساحت پر تین مثل اور زائد ہے کہ ایک چوتھائی اس کا رقبہ ہے اور عمل تعکیس میں چونکہ الحاق کی جگہ اسقاط اور تقسیم کی جگہ ضرب سے کام لیا جاتا ہے۔

لہٰذا یہاں معلوم مساحت 100 کو 4 سے ضرب دیا جائے گا، حاصل ضرب 400 کو تناسب مطلوبین پر تقسیم کیا جائے۔ یعنی 100 اور 4 کا حاصل ضرب 400 ÷ تناسب مطلوبین 3.14159265=127.323955 اور اس کا جذر وہی

11.283792 آیا۔قطر دائرہ ہوا پہلے تینوں قاعدوں میں بھی قطر یہی بتایا گیا تھا۔اعشاریہ کے بعد پانچ عدد تک ایک ہی رہا جبکہ چھٹے عدد میں معمولی فرق آیا جو''نا'' کے برابر ہے کہ یہ اختلاف ایک ہاتھ کے دس لاکھویں حصہ میں ہے اور وہ بھی بعد پوائنٹ کے رفع واسقاط میں نہ کہ حقیقت میں پھر یہ اور تناسب کا حاصل ضرب وہی 35.449 ہوگا۔یہاں بھی مطلوبین کا حصول ہوگیا۔

چاروں قاعدے پورے ہوئے سب کا نتیجہ ایک ہی آیا''کنویں کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ''یہاں فاضل بریلوی کی عبارت میں تقریباً کا لفظ عادۃً مستعمل نہیں بلکہ ضرورۃً ہے کہ یہ دور ساڑھے پینتیس ہاتھ سے کچھ کم ہے یعنی ایک ہاتھ کے ایک ہزار حصے کیے جائیں تو ان میں سے چار سو انچاس حصے کنویں کے دور میں داخل ہیں جبکہ پانچ سو اکیاون حصے خارج ہیں۔لہٰذا کنویں کا دور پینتیس ہاتھ اور ایک ہاتھ کے چار سو انچاس ایک ہزارویں حصے ہے۔ان چاروں قاعدوں میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کلیدی کردار کا حامل اس مسئلہ میں قطر و محیط کے مابین کا تناسب ہے جس کا لحاظ چاروں قاعدوں میں رکھا گیا ہے۔

امام اہلسنت نے چار قاعدوں کو بیان فرمایا ریاضی دانوں پر مخفی نہیں کہ فاضل بریلوی نے انداز بیان سے اہل ذوق کی ایسی رہنمائی فرمائی ہے جس سے وہ چار ہی نہیں بلکہ درجنوں قاعدے خود بنا سکتے ہیں۔

اس دائرہ کی پیائش میں ماڈرن دانشوروں نے بھی عرق ریزی کی ہے جن کے نقوش اسکول و کالجوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔انھوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس مساحت کی پیائش دائرہ اور قطر کے تناسب پر موقوف ہے لیکن اس کے تعین میں ان کا فاضل بریلوی سے معمولی اختلاف ہے کہ ان کا آلۂ پیائش (7 ÷ 22) ہے یعنی قطر اگر ایک ہو تو دائرہ 3.142857 ہوگا یعنی ہاتھ کے ایک ہزارویں حصہ میں اختلاف ہے۔کالجوں کے مطابق قطر اگر ایک ہے تو دائرہ تین ہاتھ اور ایک ہاتھ کے ایک سو بیالیس ایک ہزارویں حصے

جبکہ فاضل بریلوی ایک سو اکتالیس حصے لئے ہیں کہ ایک کا اختلاف بعد اعشاریہ تیسرے عدد میں ہے۔ علماء اہلسنت کا امام اہلسنت کی تقدیر تناسب پر اتفاق ہے یہ ریاضی میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

کنویں کا دور فقہ کی کتابوں میں مختلف فیہ پایا گیا چھیالیس ہاتھ، چوالیس ہاتھ، بیالیس ہاتھ، چھتیس ہاتھ ہر ایک پر حوالجات بھی موجود ہیں، اس کے باوجود رضوی تحقیق جدا آئی۔ ایک صدی سے بھی زائد عرصہ تک مفتیان شرع نے اسی پر فتاوے دیئے۔ یہ مسلک اعلیٰ حضرت نہیں اور کیا ہے؟

یہی نہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا معنیٰ بہت وسیع ہے فلسفیوں کی تردید میں تحریریں مسلک اعلیٰ حضرت ہیں۔ نیوٹن کے خلاف ''فوز مبین'' مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

البرٹ کی تردید مسلک اعلیٰ حضرت ہے، پچپن علوم وفنون میں اعلیٰ حضرت کی تحریریں مسلک اعلیٰ حضرت ہیں اسے عقائد کے ساتھ خاص کرنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا ہے۔

وقت مکروہ کا خوبرو آفتاب

مذہب حنفی کی قابل فخر کتاب فتاوائے رضویہ سے ماخوذ اردو کے چند سادے الفاظ جن کی وسعت یہاں سے سورج تک ہے ہدیۂ ناظرین ہیں.........

زمین کے سب طرف بخار ہے جسے عالم نسیم اور عالم لیل ونہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئیگا اور نگاہ ٹھہرے گی۔ (فتاوائے رضویہ ج/2 ص/259)

ماہ مبارک شعبان 1331ھ کو اس زمانہ میں عالم اسلام کی ممتاز ترین شخصیت امام احمد رضا کے دارالافتاء میں ایک مختصر سوال آیا تھا جو بمشکل ایک سطر میں تھا..........

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ (ج/2 ص/258)

اس مختصر سوال کا جواب مذکورہ حوالہ میں کچھ اس انداز سے موجود ہے کہ ایک ایک جملہ سمندر کی طرح وسیع نظر آتا ہے۔ فاضل بریلوی نے دلائل سے قطع نظر صرف مسلمات فقہاء اور اہل ہیئت کے مقررات کو قلمبند فرما کر اپنا مدعیٰ ثابت کیا ہے۔ یعنی بہت ہی اختصار سے جواب تحریر فرمایا ہے اس کے باوجود یہ جواب ہدایہ سائز کے پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ جب کوئی اہل ذوق اس کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے معانی ومفاہیم کی گہرائی پر نظر ڈالتا ہے تو وہ اس نوک قلم کے تصور میں انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ یہ انمول نقوش جس کے شاہکار ہیں مطالعہ کرنے والا ایک ایک سطر کو پڑھتا ہے اور چشم تصور سے فاضل بریلوی کی شکل میں غوث اعظم کی کرامت کا مشاہدہ کرتا ہے اسی جواب کے وہ چند الفاظ مبارکہ ہیں جو میرے اس مقالہ کا زرین تاج ہیں۔ اس کی تفہیم میں فاضل بریلوی نے ایک نقشہ بھی تحریر فرمایا ہے جس

میں آپ نے زمین سے لیکر سورج تک کا وسیع ترین علاقہ کو بھی سمیٹ لیا ہے جو عالم لیل ونہار سے ماوریٰ ہے۔طوالت سے احتراز کرتے ہوئے فقہائے کرام کے مسلمات کو میں نے نقل نہیں کیا اور صرف ریاضی سے ہی کچھ کام لیا کہ آج ماڈرن دانشور نیوٹن و پیتھا گورس کے قوانین و تجربات کو حرز جاں سمجھکر علماء کرام سے دور ہوتے جارہے ہیں نہ انھیں مذہب پر نظر ہے نہ عواقب کی خبر ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ چند احکام فقہیہ کے مجموعہ کا نام علم دین ہے۔

کچھ ہی مخصوص افراد ایسے ہیں جو فاضل بریلوی کے جملوں کو کما حقہٗ سمجھنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو پھر ہمہ شما کا اس میں کیا شمار اس کے باوجود اس پر قلم اٹھانے کی ہمت اس لئے ہوئی کہ فیضان رضا عام سے عام تر نظر آئے ۔ پھر اس عبارت سے اکتساب فیض کی امید پر جبیں سائی میں حرج ہی کیا ہے؟ مذکورہ عبارت کی تفہیم میں جدید دانشوروں کے چند مسلمات حاضر خدمت ہیں.......................................

(1) کرۂ زمین پر روشنی سورج کی مرہون منت ہے

(2) شعاع بصری بلا حجاب شمسی کرنوں کا سامنا نہیں کر سکتی ہے

(3) فضاء بسیط سطح زمین پر کثیف تر ہے یہ کثافت بخارات اور زمینی ذرات کی وجہ سے ہے

(4) سطح زمین سے دوری بڑھتی جائے گی کثافت میں کمی آتی جائیگی۔یہ ہوائے کثیف 45 یا 52 کلومیٹر تک ہے

(5) زمین کی طرح ہوائے کثیف بھی کروی ہے

(6) کسی بھی دائرہ میں دو قطر اگر زاویہ قائمہ پر ایک دوسرے کو قطع کرے تو نقطہ تقاطع مرکز دائرہ ہوگا

(7) دائرہ کے درمیان جو بھی خط مستقیم فرض کیا جائے اگر اس کا مرور مرکز پر نہ ہو تو قطر سے چھوٹا ہوگا

(8) مرکز سے بعد میں زیادتی خط مستقیم میں نقصان کا سبب بنے گی

(9) سطحی مثلث قائم الزاویہ میں قاعدہ اور عمود کے مربع کا مجموعہ وتر کے مربع کے برابر ہوگا

(10) نصف قطر کے کسی بھی نقطہ سے زاویہ قائمہ پر خارج خط مستقیم جو دائرہ تک وصل کرے نصف قطر سے چھوٹا ہوگا۔

ہفت اقلیم میں بوقت نصف النہار کسے جرأت کہ بے حجاب سورج کو آنکھیں دکھائے لیکن یہی سورج جب افق مغرب یا مشرق میں ہوتا ہے تو ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے بلکہ اختلاف مواضع کی وجہ سے ایک ہی وقت میں جو سورج 'لندن' پر آگ برساتا ہے وہی اسی وقت 'ڈھاکہ' والوں کو دعوت نظارہ پیش کرتا ہے، آخر ایسا کیوں جبکہ وقت بھی ایک اور سورج بھی ایک۔ اسی مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے عالم اسلام کے عظیم محقق فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں فضائے بسیط کے راز سربستہ کو بے نقاب کیا ہے اور فرمایا کہ............

زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم یا عالم لیل ونہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے 45 میل یا قول اوائل پر 52 میل اونچا ہے. الخ

☆ یعنی فاضل بریلوی نے فرمایا کہ ایک ہی وقت میں سورج کے یہ متضاد اوصاف نہیں ہیں کہ لندن میں آگ برسائے اور ڈھاکہ میں پھول بلکہ یہ تو اختلاف مواضع کی کارستانی ہے کہ لندن میں جو سورج نصف النہار میں ہے ڈھاکہ میں وہی غروب ہوتا نظر آرہا ہے۔ اور عالم نسیم نے اس وقت ڈھاکہ والوں کو اس عینک سے آزاد کر دیا ہے۔ لندن والے اس وقت سورج کو دیکھنے کے لئے جسے استعمال کرتے ہیں حالانکہ عالم لیل ونہار ان دونوں جگہوں کے سر پر برابر ہے اس کے باوجود یہ اختلاف کیوں پڑا؟ لندن میں نصف النہار لیکن ڈھاکہ والوں کے لئے وقت عصر کا وقت مکروہ۔ وہاں سورج کی طرف نگاہ اٹھانے کی تاب نہیں، یہاں وہی جاذب نظر ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

فاضل بریلوی نے اپنے مخصوص انداز میں اسی کو بیان فرمایا ہے....قول اواخر 45 رکلومیٹر عالم نسیم کی بلندی کو پیش نظر رکھیں جس پر فاضل بریلوی نے اعتماد کیا۔ اب سطح زمین سے ایک خط مستقیم جرم شمس تک وصل کرے گا، دوسرا مرکز زمین سے مرکز شمس تک، تیسرا مرکز زمین سے موضع رائی سطح زمیں تک۔ ان خطوط سے ایک مثلث بنا جس میں مرکز زمیں کا

زاویہ قائمہ ہے۔ ہمارے کچھ باوقار علماء نے اسی مثلث سے عالم نسیم کی پیائش کی ہے جبکہ اس مثلث سے بعد شمس کو تو دریافت کیا جا سکتا ہے لیکن ہوائے کثیف کی نہیں۔ مزید سطح زمین سے مرکز شمس اور مرکز زمین سے مرکز شمس کے دونوں خط کو متساوی قرار دیا گیا ہے جبکہ یہاں سطح زمین والا خط مستقیم وتر ہے اور دوسرا قاعدہ اس کے باوجود ان دونوں کو متساوی قرار دینا ضابطہ مسلمہ مذکورہ نمبر (۹) نو کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ سطح زمیں اور مرکز زمیں دونوں جگہ زاویہ کو قائمہ بتایا گیا۔ اس کے باوجود دونوں کو برابر ماننا مسلمہ ضابطہ نمبر (۸) آٹھ کے خلاف ہے پھر بھی اگر دونوں خط برابر ہیں تو پھر مسلمہ ضابطہ نمبر (۵) پانچ کے خلاف ہے اور فضائے کثیف کروی نہ ہو کر مربع یا مکعب ہو جائیگی۔ اسی طرح متعدد تشریحات سامنے آئیں حالانکہ فاضل بریلوی کی نورانی عبارت کا مفہوم باوقار علماء کرام سے مخفی نہیں ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے............................

دوپہر کے وقت کا خط اگر 45 ہی میل ہے جب بھی خط "ار" یعنی وقت طلوع کا خط پانچ سو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے۔ الخ

(فتاوائے رضویہ ج/2 ص/260۔ ج/4 ص/644)

☆ اس نورانی عبارت سے فاضل بریلوی نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ کتب فقہ میں جو صراحت ہے کہ وقت مکروہ طلوع اور گروب میں اس وقت کو کہا جاتا ہے جب آفتاب پر آنکھیں جمنے لگیں دوپہر میں جسکی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہیں ہوئی تھی، اس وقت مکروہ میں اسی کو دیکھنے میں دقت کیوں نہیں ہوتی ہے؟

محقق بریلوی نے اس عبارت سے اسی راز کا انکشاف کیا ہے اور بتایا کہ دوپہر کے وقت انسان کے سر پر عالم کثیف کا جو علاقہ تھا اس کی بلندی صرف 45 کلومیٹر تھی، لیکن غروب کے وقت انسان جب آفتاب کو دیکھتا ہے تو یہی لمبائی پانچ سو اٹھانوے میل سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اقل مقدار کے قول پر ہے جبکہ قول اوائل میں اس سے کافی زیادہ ہے۔

فاضل بریلوی کے پاس آخر وہ کون سا آلہ تھا جس سے آپ نے یہ پیائش کی کچھ حضرات نے اپنے حساب سے اس کی جستجو کی اور فضائے بسیط میں کافی بلندی تک پرواز کرتے رہے لیکن میری ناقص رائے میں وہ آلہ ایسے مثلث کا ہے جس کا کوئی بھی زاویہ مرکز شمس میں نہ ہوگا۔ اس مثلث کا ایک زاویہ مرکز زمین میں دوسرا زاویہ سطح زمین پر یعنی دیکھنے والے کی آنکھوں میں۔ تیسرا زاویہ فضائے بسیط کی اس سرحد میں جہاں ہوائے کثیف اور ہوائے صافی کا التقاء ہے یعنی جہاں شعاع بصری میں انکسار ہوتا ہے اس مثلث کا وہ زاویہ قائمہ ہے جو رائی کی آنکھ میں ہے، سطحی مثلث قائم الزاویہ کی پیائش کا مسلمہ ضابطہ نمبر (۹) نو میں گذرا کہ قاعدہ اور عمود کے مربع کا مجموعہ وتر کا مربع ہوگا، جن دونوں خط کی وجہ سے زاویہ قائمہ بنا ہے انھیں میں سے ایک قاعدہ ہوگا دوسرا عمود اور عمود کو قاعدہ پر تقسیم سے ظل زاویہ بنتا ہے جبکہ قاعدہ کو عمود پر تقسیم سے ظل تمام ہے۔

یہاں وتر کی مقدار ہمیں معلوم ہے۔ وہ مرکز زمین سے سطح ہوائے کثیف تک ہے اس کی لمبائی یہی ہے کہ نصف قطر زمیں پر 45 میل کا اضافہ کیا جائے اور زمین کا نصف قطر استوائی 3963.296 میل +45 میل =4008.296 میل طویل وتر ہوا، اس کی معرفت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ 45 میل ÷ 3963.296 میل =0.011354+1=1.011354 وتر طویل ہوا اور اس کا مربع 1.022837 آیا نصف قطر کو اس سے ساقط کیا تو 0.011354 باقی رہا، اور اس کا جذر 0.151119 ہے ۔ یہی اس خط مستقیم کی لمبائی ہوئی جو بصر رائی سے خارج اور ہوائے کثیف کی سطح تک واصل ہے پھر میل میں اس کی جانکاری کے لئے نصف قطر زمیں سے اسے ضرب دیا جائے یعنی 0.151119x نصف قطر زمیں 3963.296 = میل 598.931 میل ہوا۔

سبحان اللہ! نتیجہ وہی برآمد ہوا جو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت یہ مسافت پانچ سو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے۔ مسلمہ ضابطہ نمبر (9) کے مطابق عمل ہوا تو وہی ثمرہ برآمد ہوا جو فتاوائے رضویہ میں ہے۔ اس روح پرور حکم پر بھی کچھ

لوگ شبہات ظاہر کر رہے ہیں۔

پہلا شبہ : حساب سطح زمیں سے کیا گیا جبکہ آدمی چھ فٹ اونچا ہے

دوسرا شبہ : چشم رائی سے خارج خط مستقیم یہاں مرکز شمس تک واصل ہے تو پھر نصف قطر زمیں سے اس کا تقاطع قائمہ پر کیسے ہوگا جب کہ دوسرا خط مرکز زمین سے مرکز شمس ہے۔

☆ شبہ اول دراصل کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے کہ نصف قطر زمین پر چھ فٹ کے اضافہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں کہ چھ فٹ برابر ایک سو اسی سینٹی میٹر ہے اور نصف قطر زمین چھ ہزار تین سو کلو میٹر سے بھی زائد اس کو صرف چھ ہزار کلو میٹر ہی مان لیا جائے تو 6000 ÷ 180=33.33 ایک سینٹی میٹر کے مقابلہ میں 33.33 کلو میٹر کی مسافت آئی یعنی انسان اور نصف قطر زمیں تناسب میں ایک اور 3333330 ہے۔یعنی ایک رائی کے دانہ کا ایک چوتھائی حصہ اگر ماؤنٹ یوریسٹ پر رکھ دیا جائے تو ہمالیہ کی بلندی پر کوئی قابل اعتبار اثر انداز نہیں ہوگا جبکہ انسان اور زمین میں یہ نسبت بھی نہیں ہے تو پھر ایسے شبہات کے اظہار کا کیا معنیٰ؟

☆ دوسرا شبہ قلت تامل سے ناشی ہے کہ مرکز زمیں سے خارج خط مستقیم اور چشم رائی سے خارج خط مستقیم دونوں کو مرکز شمس تک واصل قرار دیا گیا جبکہ معاملہ یہ نہیں ہے وہ خط مستقیم جو مرکز زمیں سے مرکز شمس تک ممتد ہے، اس خط کے مساوی ضرور ہے جو سطح زمیں سے خارج اور آفتاب تک واصل ہے۔یہ دونوں خطوط گرچہ متحاذی اور متساوی ہیں لیکن ان دونوں کا کوئی بھی جزء دوسرے کے کسی بھی جزء سے کہیں بھی متصل نہیں ہے۔یہاں زمین میں دونوں کے مابین جو نصف قطر زمین کا فاصلہ ہے وہ سورج تک موجود ہے۔لہٰذا ان دونوں خط سے شکل مربع کا وجود ہوگا نہ کہ مثلث کا سطح زمین سے وقت مکروہ کو دیکھنے والا اس وقت سورج کو دیکھ رہا تھا نہ کہ اس کے مرکز کو پھر یہ کہنا کیسے مناسب ہوگا کہ ایک مبدأ سے اگر دو خط مستقیم بہت دور تک پہونچے اور دونوں میں کچھ فاصلہ رہ جائے تو اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا اور دونوں خط کو برابر مان لیا جائے گا جیسا کہ دور حاضر کے بعض مؤقر علماء کا خیال ہے۔

☆ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے کہیں بھی اس کا پتہ نہیں چلتا ہے کہ آپ نے

دونوں کا مبدأ یہاں مرکز شمس کو قرار دیا ہے بلکہ فاضل بریلوی کی دوسری تحریریں بتا رہی ہیں کہ جس طرح ان دونوں خطوط میں یہاں مرکز عالم میں 3963.296 میل کا فاصلہ ہے وہی بعد سورج میں بھی موجود ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں.................

ان ۳۳ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹ ثانیہ منہا کر کے باقی پر
اس کا نصف قطر شمس زائد کریں یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی۔

(فتاوائے رضویہ ج/4 ص/645)

وقت غروب کے بارے میں فاضل بریلوی نے یہ فرمایا ہے کہ مرکز شمس جب کسی بھی افق بلد پر منطبق ہو گرچہ یہ نجومی غروب یا طلوع کا وقت ہوگا لیکن عرفی کافی انحطاط میں ہے جس کا اعتبار شریعت میں ہے کہ ابھی نصف قطر شمس بالائے افق حقیقی ہے اس کے علاوہ منکسر الشعاع کے 33 دقیقے دونوں کا مجموعہ 22.5 دقیقہ نصف قطر +33 دقیقہ انکسار =55.5 دقیقہ ہوا۔ جب میل صفر ہو اور افق استوائی ہو تو نجومی غروب کے بعد یا طلوع سے پہلے 55.5 دقیقے کا مزید انحطاط سے ہی طلوع یا غروب ہونا چاہئے جس کا وقت تین منٹ بیالیس سیکنڈ ہے یعنی نجومی طلوع سے تین منٹ بیالیس سکنڈ پہلے آفتاب کو طلوع کرنا چاہئے یا پھر غروب سے یہی مقدار بعد میں غارب ہونا چاہئے لیکن اس کے طلوع اور غروب میں اہل نجوم سے اہل عرف کا فاصلہ تین منٹ کے علاوہ پورے بیالیس سکنڈ کا نہیں ہے بلکہ 0.6 سکنڈ پہلے غروب اور اسی مقدار کی تاخیر سے طلوع کرتا ہے یعنی تین منٹ پورے بیالیس سکنڈ نہیں بلکہ تین منٹ 41.4 سکنڈ کا یہ فاصلہ ہے۔ یعنی ایک سکنڈ کے پانچ حصے کئے جائیں ان میں سے تین حصے پہلے غروب آفتاب ہوگا اور یہ فرق اس لئے پڑا کہ اختلاف منظر کی طرف توجہ نہیں دی گئی اسی کے بارے میں محقق بے بدل نے فرمایا.....................

''اختلاف منظر کے ۹/ثانیہ منہا کر کے باقی پر'' الخ

۹/ثانیہ کا یہ اختلاف کہاں سے آیا دراصل نجومی طلوع یا غروب میں جب مرکز شمس افق بلد پر منطبق ہوا، اس وقت مرکز زمین سے خارج خط مستقیم بھی وہاں تک وصل کر چکا تھا لیکن اس

وقت سورج کو دیکھنے والا انسان مرکز زمین میں نہیں بلکہ سطح زمین پر ہے اور ان دونوں مواضع کے مابین فاصلہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا...............

''اختلاف منظر کے ۹ر ثانیہ منھا کر کے'' الخ

یعنی مرکز زمین سے سطح زمیں کا فاصلہ نو ثانیہ فلکیہ ہے اور یہی نصف قطر شمس وشعاع بصریہ کے مجموعہ سے منھا ہوگا صاف ظاہر ہوا کہ جو فاصلہ ان دونوں خطوط میں یہاں ہے وہی سورج میں بھی موجود ہے اسی لئے تو اس کے لئے ۹ر ثانئے کے اسقاط کا حکم آیا تو پھر یہ شبہ کیوں کیا جائے کہ فاضل بریلوی نے ایک سطحی مثلث میں دوزاویہ قائمہ مان لیا ہے۔

فاضل بریلوی کا یہ جملہ بڑا ہی انمول ہے بلکہ محقق بے مثیل نے ایک ایسا پیمانہ علماء کرام کے حوالہ کیا ہے جس سے ہمارے باوقار علماء یہاں سے سورج کا بعد اور اس کی ضخامت کی پیائش بھی بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہاں تو سطح اور مرکز کا بعد صرف ۹ر ثانیہ کا ہوا جبکہ آفتاب تین منٹ میں غروب ہوتا ہے جس پر جدید سائنس دانوں کا بھی اتفاق ہے۔ لہٰذا قطر شمس 45 دقیقے = کا ہوگا اسی سے 9 ثانیہ کو ساقط کیا جائیگا جو نصف قطر زمیں کی پیائش ہے ثوانئ فلکیہ سے لہٰذا 2x9=18 ثوانئ فلکیہ قطر زمین کی مقدار آیا جبکہ ایک دقیقہ ساٹھ ثوانئ کا مجموعہ ہے تو 45 دقیقہ x60 ثانیہ = 2700 دقیقہ کا قطر شمس ہوا اسے قطر زمین پر تقسیم سے دونوں کے درمیان کا تناسب ظاہر ہوگا یعنی 2700 ÷ 18=150 یعنی یہ زمین جس میں دیگر جزائر کے علاوہ ساتوں براعظم ہیں ساتوں سمندر ہیں، سیکڑوں دریا ہیں، ہزاروں ندیاں ہیں، ایک قطار میں اسی طرح کی ایک سو پچاس زمینیں رکھی جائیں ہر ایک دوسری سے ملی ہوئی ہو ٹرین کے ڈبوں کی طرح ہو، ڈیڑھ سو زمینوں کی اس قطار کی جو لمبائی ہوگی وہ سورج کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کے برابر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم محقق کے روضہ پر تا حشر گہرباری کرے..........

ممکن ہے کہ دیگر حضرات نے دوسرے اصول وضوابط سے سورج کی پیائش کی ہو لیکن اب تک کی میری زندگی چونکہ مدرسے میں گزری بیرونی دنیا سے میرا تعلق کم ہی رہا جس کی وجہ سے

جدید آلات پیمائش سے بھی میں ناواقف رہا اس کے باوجود یہ اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ آپ کے ایک جملہ کی رہنمائی میں میں نے زمین سے قطر شمس کی پیمائش کی۔ پھر میں نے اسکولی بچوں کی کتابوں میں بھی دیکھا تو نتیجہ وہی برآمد ہوا فاضل بریلوی کے ۹/ثانیہ والا قاعدہ نے جو بتایا ہے۔

بہرحال یہ پیمائش تو زمین کے مقابلہ میں تھی اسے اگر میل میں حاصل کرنا مطلوب ہو تو کسی بھی کالج یا یونیورسٹی کے دربان سے رابطہ کی ضرورت نہیں نہ اس میں داخلہ کی حاجت ہے بلکہ ہماری رہنمائی کو فتاوائے رضویہ ہی کافی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں.........

''زمین کا نصف قطر استوائی ۳۹۶۳٫۲۹۶ میل ہے''

(فتاوائے رضویہ ج/4 ص/630)

یہ جب نصف قطر ہے تو پورا قطر 7926.592 میل ہوا پھر اس کو جب ڈیڑھ سو پر ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب میل میں قطر شمس ہوگا یعنی 7926.592x150 میل=1188988.8 میل یعنی سورج کے ایک کنارہ سے خارج وہ خط مستقیم اس کے مرکز سے جس کا مرور ہو اور دوسرے کنارہ تک وصل کرے اس کی لمبائی گیارہ لاکھ اٹھاسی ہزار نو سو نواسی میل ہے۔

یہ ہے وہ پیمانہ جو فاضل بریلوی نے عطا فرمایا اور جس سے نظر آیا کہ فتاوائے رضویہ کی عبارت کا وہ مفہوم نہیں کہ وتر اور قاعدہ متساوی ہوں اور نہ اس مثلث کا یہاں کوئی وجود ہے اور نہ ہی اس سے فضائے کثیف کی پیمائش ہو سکتی ہے جو اس استفتاء میں مطلوب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام

مسلک اعلیٰ حضرت کی رہنمائی میں علی گڑھ والوں کو مل گیا

اپنا قبلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ھدانا الصواب والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسلہ بالکتاب والحساب

علی گڑھ کا المیہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے روئے زمین میں پہلا وہ گھر معصوم فرشتوں نے جس کی تعمیر کی ۔ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام نے جس کا طواف کیا۔ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی جس کو نشانی قرار دیا گیا۔ جس کو متعدد انبیاء کرام کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف ملا، جہاں لشکر کے ساتھ ابرہہ کی سرکوبی ہوئی۔ جہاں جنت کی نشانی حجر اسود کو نصب کیا گیا، جہاں کا ایک سجدہ لاکھوں سجدوں پر باوزن قرار دیا گیا۔ اس کی زیارت کرنے والوں کی نظریں کبھی رکن اسود پر ہوتی ہیں تو کبھی رکن عراقی پر کبھی رکن شامی پر ہوتی ہیں تو کبھی رکن یمنی پر مقدس ملتزم سے چپک کر اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ روتا بلکتا نظر آرہا ہے تو کوئی بابرکت حطیم میں آغوش مادر کا لطف اٹھا رہا ہے۔ آب زمزم سے کوئی زندگی کی پیاس بجھا رہا ہے تو میزاب رحمت کے چھینٹوں سے کوئی گناہوں کے میل کو صاف کرتا نظر آرہا ہے۔ مقام ابراہیم میں دوگانہ پڑھ کر کوئی زندگی کی معراج حاصل کررہا ہے تو کوئی مستجاب میں آنسوؤں کا گوہر لٹا کر دنیا و آخرت کو آراستہ کررہا ہے۔ جہاں ایک طرف صفا ومروہ کی سعی ماں کی ممتا یاد دلا رہی ہے وہیں دوسری طرف عرفات میں لوگوں کا اژدہام قیامت کا نقشہ پیش کررہا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان عظیم کا ارادہ فرمایا۔ اپنے آخری نبی پر نزول قرآن کا ارادہ فرمایا تو اسی شہر کا انتخاب فرمایا جہاں یہ مقدس گھر موجود ہے۔ یہاں سے

مشرقی مغرب کی طرف مغربی مشرق کی طرف شمالی جنوب کی طرف اور جنوبی شمال کی طرف حالت نماز میں اس لئے رخ کرتے ہیں کہ یہاں یہ مقدس گھر موجود ہے جس کی بنیاد اگر مرکز عالم ہے تو اس کی بلندی بیت المعمور تک ہے۔ شہنشاہ کون ومکاں سید الانس والجاں کی معراج یہیں سے شروع ہوئی۔ اسلام کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔ نزول قرآن کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔ یہاں کا ہر ایک ذرہ لات، عزیٰ، اعل وھبل کی تباہی پر رقص کر رہا ہے۔ یعنی اس پیارے شہر کا نام مکہ ہے اور اس کا دل کعبہ معظمہ ہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام اسی کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ اہم العبادات نماز کا رکن اہم استقبال قبلہ اسی کی عظمت بیان کر رہا ہے۔

اسی لئے جہاں بھی اللہ کے نیک بندے مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر کرتے ہیں تو رخ کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ حتی الامکان اصابت عین کی کوشش ہوتی ہے جبکہ آفاقی کے لئے شریعت مطہرہ کاملہ شاملہ تامہ نے جہت کعبہ تک کی وسعت عطا فرمائی ہے۔

اتر پردیش کے شہر علی گڑھ سے کون ہندوستانی واقف نہ ہوگا۔ ہر ایک جانتا ہے کہ جدید علوم وفنون کے شہسوار یہیں سے نکلتے ہیں۔ یہاں ایسے ایسے ماہر فن موجود ہیں کہ سورج کا قطر ہو یا اس کی کرنیں، مدار شمس کے درجات ہوں یا اس کی وسعت زحل ومشتری کا وزن ہو یا ان دونوں کے مابین کی مسافت ہر ایک کی پیائش کرنے والے کثیر تعداد میں یہاں موجود ہوں گے۔ دائرۂ افق ہو یا پھر دائرۂ نصف النہار، دائرۂ اول السموت ہو یا پھر دائرۂ معدل یہاں کی تحقیق سے کوئی باہر نہیں غرض کہ جمیع مروجہ علوم وفنون پر داد وتحسین حاصل کرنے والے کثیر تعداد میں یہاں پائے جاتے رہے اور پائے جاتے رہیں گے۔ یہاں کا محقق زحل ومشتری کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔ مریخ کو تلاش کر لیتا ہے۔ زہرہ وعطارد کا وزن گرام میں ہی نہیں ملی گرام میں بھی بتا دیتا ہے بلکہ یہ وزن بھی بیان کر دیتا ہے کہ ہمارا چاند اگر زمین میں آجائے تو وزن کیا ہوگا ہم چاند پر چلے جائیں تو ہمارا وزن کیا ہوگا؟ چاند مریخ پر چلا جائے تو اس کا وزن کیا ہوگا۔ مریخ زمین پر اتر آئے تو اس کا وزن کیا ہوگا؟

ایسے جید محققوں کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے یہ سرزمین بھارت کے لئے قابل فخر ہے، اس کے باوجود یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ صدیوں تک حرم مقدس حالت نماز میں یہاں کے نمازیوں کی اصابت عین سے اوجھل رہااور علی گڑھ والے جسے بحیرۂ عرب میں تلاش کرتے رہے ۔دور جدید کا ذہن تو یہاں کا گرویدہ ہےاور اس حقیقت کو آسانی سے قبول کرنے والانہیں بلکہ اس کے سامنے یہ المیہ رکھا جائے تو شاید انکار کر جائے لیکن ان دستاویزوں کو کیسے جھٹلایا جائے گا جو یہاں کے محققین کی بے بسی کو علی الاعلان بیان کررہی ہیں۔

مزید باعث حیرت تو یہ ہے کہ کچھ محققین نے علی گڑھ کا قبلہ تلاش بھی کیا تو حرم الٰہی نہ ہو کر وہ حرم نبوی ہی نظر آیا۔ایسا تو نہیں کہ یہ لوگ اس قبلہ کی تلاش میں تھے جو سولہ سترہ مہینے تک ہمارا قبلہ رہ چکا ہے یعنی بیت المقدس۔یہ تو اس سے بھی بڑا المیہ ہوگا کہ اب ان لوگوں کے سامنے قبلہ کہاں یا کدھر کا سوال نہیں بلکہ قبلہ کون ہے کا سوال ہوگا۔آیا بیت المقدس یا حرم مکہ۔ ہر ایک ذی شعور اچھی طرح جانتا ہے کہ ایسے حالات میں ان نمازیوں کا کیا حال ہوا ہوگا جو استقبال قبلہ جیسے عظیم رکن کے بارے میں غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہوں۔

بالآخران لوگوں نے ایک ایسا فیصلہ کیا جس نے علی گڑھ والوں کو حرم مقدس تک پہونچا ہی دیا یعنی بشکل استفتاء اس پیچیدہ مسئلہ کو وہاں کے دانشوروں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ میں بھیجا اور سرکار اعلیٰ حضرت کے قلمی نقوش میں نہ افریقی ریگستان تھا نہ لبنان وفلسطین کا سبزہ زار بلکہ علی گڑھ والوں کی نظروں کے سامنے حرم الٰہی جگمگا رہا تھا لوگ نماز میں اور لطف اٹھا رہے تھے ۔سابقہ نمازوں سے بھی اطمینان حاصل ہو چکا تھا لہٰذا اب وہ استفتاء اور اس پر معمولی تبصرہ حوالۂ قرطاس ہے جس میں میں نے حتی الامکان صحیح موقف کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے پھر بھی میری بے بضاعتی سے اگر کہیں حقائق نفس الامر کے خلاف نظر آئے تو فاضل بریلوی کی نورانی عبارت اس سے بری ہوگی اور ان کے موقف پر اس سے کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا بلکہ اس کا ملزم صرف اور صرف میری ناقص فہم وفراست ہی کو قرار دیا جائے گا۔اور اگر مجھے بھی اس کی اطلاع کردیں تو بڑا احسان ہوگا۔

اگلے ایڈیشن میں آپ کا موقف بھی آپ کے نام کے ساتھ اس کتاب میں شامل رہے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

نئی تحقیق نیا فتویٰ

علی گڑھ کے دانشوروں نے بالآخر وہ فیصلہ لیا جس کے نتیجے میں حرم الٰہی نے ان کے لئے اپنا حجاب اٹھادیا۔ ہزاروں میل کی مسافت سمٹ گئی ان لوگوں کی غیر یقینی صورت حال بدل گئی پھر استقبال قبلہ سے حقیقت میں لطف اندوز ہونے لگے یعنی ان لوگوں نے ایک ایسا استفتاء مرتب کیا اور سیدنا اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بھیجا جس کے جواب میں انہیں کعبہ نظر آ گیا۔

استفتاء یہ ہے

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین بلا کراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریزیہ سے یہ تحقیق کی ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی دائیں کھوے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہٰذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے اور ۱۰ ردسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتویٰ چھاپا جس کی عبارت جواب یہ ہے۔۔۔۔۔۔۔اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کر کے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور ان خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں۔

چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع انتھی=

کتب معتبرہ سے یہ ارشاد ہوا کہ اب ہندوستان کا قبلہ بین المغربین میں ہونا چاہئے یا کیا اور اس کا سمت قبلہ کرنا ضروری ہے یا کیا بینوا توجروا

یہ استفتاء مدرسہ اہلسنت علی گڑھ کے مدرس اول جناب مولوی بشیر احمد صاحب کی معرفت مجدد اعظم کی بارگاہ تک پہونچا۔ اسی کے جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت نے وہ معرکۃ الآرا رسالہ تصنیف فرمادیا جس نے علی گڑھ میں موجود نئی روشنی والوں کو انگشت بدنداں کردیا اور ان کی جغرافیہ دانی عالم حیرت میں سحرزدہ ہوکر رہ گئی۔ وہ مبارک رسالہ بنام =ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال =فتاوائے رضویہ جلد سوم میں موجود ہے اور وہاں کے روشن خیالوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہے لیکن خزانۂ زر و جواہر سے وہی مالا مال ہوگا جو ایک تجربہ کار جوہری ہو۔

اس استفتاء کے وہ چند نکات جن پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے:

۱۔ استفتاء کی ترتیب ۲۴رذی الحجہ ۱۳۲۴ھ ہجری
۲۔ یہ عیدگاہ سیکڑوں سال پرانی ہے۔
۳۔ علماء و متقدمین بلا کراہت اس میں نماز ادا کرتے رہے۔
۴۔ نئی روشنی والوں نے جدید تحقیق کی مغرب سے نوے فٹ منحرف پایا۔
۵۔ اس کا انہدام بقدر استطاعت لازم اور فرض قرار دیا۔
۶۔ عدم انہدام کی صورت میں اس میں نماز مکروہ تحریمی۔

یہ گل افشانیاں صرف نئی روشنی والوں کی نہیں بلکہ ہر دور اور ہر زمانے کی طرح انہیں بھی کچھ ایسے علماء مل گئے جو ان کی تجویزات ۔نہیں۔نہیں۔ بلکہ ترمیمات و تلبیسات کو شرعی لبادہ میں چھپاسکے اس لئے تو ۱۵ردسمبر ۱۹۰۶ء کو ایک فتویٰ شائع ہوا جو علی گڑھ کے در و دیوار میں نظر آیا جو دور حاضر کے کمپیوٹر کی طرح وہی بول رہا تھا جس کی اس میں سیٹنگ ہو۔

☆ لہٰذا استفتاء میں موجود 15ردسمبر 1906ء کا وہ فتویٰ بھی ذہن نشین کرلیں تاکہ مستقبل

میں ادراک مطالب آسان ہواور واضح بھی ہوجائے کہ نئی روشنی کی چکاچوند میں مفتی صاحب کی آنکھیں کیسی چندھیا گئیں۔ پھر دارالافتاء کا وہ قلم جس سے سلاطین زمانہ بھی لرزہ براندام رہتے تھے، علی گڑھ میں انگریزی آلات وقیاسات کے اشارے پر کس طرح سے رقص کررہا تھا، وہ قابل دید ہی نہیں بلکہ مقام حیرت کے ساتھ باعث عبرت بھی ہے۔

یہ استفتاء جب امام احمد رضا کے سامنے پہونچتا ہے اور اس پر فاضل بریلوی کی نگاہیں پڑتی ہیں تو انگریزی روشنی و مفتی صاحب کے فتویٰ نویسی کی چاشنی کا خوب خوب تعاقب کیا جاتا ہے۔ اور اس سیلابی تعاقب میں عیدگاہ کے مخالفین ہچکولے کھاتے نظر آتے ہیں۔ جس کے چند نمونے اپنے الفاظ میں حوالۂ تحریر ہیں۔

”۱۔ کیا دین اسلام کے لئے عیدگاہ کی بنی ہوئی عمارت ایسی مضر ہے جس کی وجہ سے ڈھادینا فرض ہو یا اس قدر مضر نہیں ہے۔ اگر مضر ہے تو عدم استطاعت پر کس نے روکا اور اگر مضر نہیں تو حالت استطاعت پر کس نے فرض کیا“

(فتاوائے رضویہ صفحہ 17 جلد3)

۲۔ استفتاء میں موجود فتویٰ میں مفتی صاحب نے تحریر کیا ہے:

=عدم استطاعت کی صورت میں ان کے ذمہ فرض ہے کہ سمت قبلہ خطوط کھینچ لیں=

=اس پر فاضل بریلوی فرماتے ہیں=

خطوط سمت قبلہ کافی ہیں یا نہیں

اگر کافی نہیں ہیں تو پھر یہ فعل لغو ہے اور اس کو مفتی صاحب نے عدم استطاعت کی صورت میں فرض کیوں قرار دیا۔

۳۔ نئی روشنی والوں نے کہا

اس عیدگاہ میں نماز مکروہ تحریمی ہے

اس پر فاضل بریلوی رقم طراز ہیں:

”یہ عیدگاہ حدود جہات سے باہر ہے یا اندر اگر چہ محاذات میں نہیں ہے اگر حدود جہت سے

باہر ہے تو نماز باطل ہے مکروہ تحریمی کیوں؟

اگر حدود جہت کے اندر ہے تو اس کا ڈھانا فرض کیوں ہوا؟ جبکہ اس میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں ہدایہ کی عبارت پیش کی ہے جسے عیدگاہ کے ڈھانے یا عدم استطاعت کی صورت میں خطوط کھینچنے کی فرضیت کی دلیل بنایا ہے۔

فرماتے ہیں ہدایہ میں مذکور ہے **ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع ،**

اس عبارت میں انہدام یا خطوط کی فرضیت کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں بلکہ یہ عبارت تو مفتی کے فتوے کے خلاف ہے کہ یہاں تو آفاقی قبلہ جہت قبلہ کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ محاذات عین کو سیدنا اعلیٰ حضرت اس پر فرماتے ہیں،،

> ''عبارت ہدایہ کہ فتوائے مذکورہ میں نقل کی اس کے مدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقتاً وہ اس کا رد ہے۔عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف منہ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہوا لخ''

اسی طرح مفتی صاحب کے علاوہ نئی روشنی والوں پر اور درجنوں ایراد ایسے موجود ہیں جن سے رہائی کی صورت صرف اور صرف یہی تھی کہ یہ حضرات اپنے موقف میں تبدیلی لاتے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے۔

بہرحال اس استفتاء میں نئی روشنی والوں کی تحقیق کے آئینے میں عیدگاہ سمت قبلہ سے نوے فٹ پھری ہوئی ہے اور میلان جنوب کو ہے۔

کسی بھی مفتی کے لئے یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کی وجہ سے وہ اس استفتاء پر کوئی حکم لگا سکتا ہے۔ یہاں تو یہ بھی ناتمام ہے کہ نوے فٹ کون سی مقدار بتائی جا رہی ہے۔

دیوار موجودہ اور نئی تحقیق کی دیوار مفروضہ کے مابین چار صورتیں تو ظاہر ہیں۔ یعنی دونوں دیواریں اگر ایک دوسری کی محاذی ہوں یعنی دونوں دیواروں کی شکل یوں ہو:

ان دونوں کے مابین نوے فٹ کا فاصلہ ہو۔ یہ صورت باطل ہے کہ دونوں کا قبلہ ایک ہے۔
دوسری صورت یوں ہے کہ دونوں میں تقاطع ہواور زاویہ چار ہوں جیسا کہ

دونوں کے مابین نوے فٹ ج۔ا یا پھر ب د
یہ صورت بھی یہاں باطل ہے کہ نوے فٹ کا فاصلہ صرف ایک جگہ بیاں ہے نہ کہ دوجگہ
تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک مثلث ہواور شکل یوں ہو:

اور نوے فٹ ا۔ح ہو یہ بھی باطل ہے کہ اس صورت میں قطب شمالی دائیں شانے پر ہوگا نہ کہ
کھوے پر
لہٰذا ایک صورت یہ ہی باقی رہی کہ اس کی شکل یوں ہو:

نوے فٹ ا۔ج

یہی قرین قیاس ہے لیکن اس صورت میں بھی جواب آسان نہیں کہ یہ مثلث کا ایک ضلع ہے اسی کی مقدار ۹۰ فٹ ہے۔مثلث کے وہ دونوں ساق مجہول ہیں جن میں سے ایک موجودہ دیوار ہے اور دوسرا مفروضہ دیوار یہاں تو یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں مساوی ہیں لہٰذا جب تک کسی ایک کی لمبائی معلوم نہ ہو جواب مشکل ہے۔

طول جدار کے بیان میں اس پر مزید گوشے واضح ہوں گے۔یہاں جدید روشنی والوں کی مفروضہ دیوار کے گرد ہی گردش قلم مناسب ہے۔مولوی بشیر احمد کے استفتاء نے پوری وضاحت کردی کہ انگریزی آلات کے گرویدہ نئی روشنی کے دلدادہ قطب شمالی کو ہی معیار قبلہ قرار دے رہے ہیں تا کہ اس عیدگاہ کا قبلہ نقطۂ مغرب ہو۔پھر ان لوگوں کے لئے شمال وجنوب کا انحراف قطعاً ممنوع ٹھہرے اسی لئے پرانی عیدگاہ کا انہدام فرض قرار دیا گیا اور علماء متقدمین کے اعمالِ حسنہ کو جو اس جہت پر ادا ہوتے رہے ان کا وہ انجام پیش کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔

ضروری گذارش

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے وہ فتاوے جن کا تعلق طول بلد وعرض بلد سے ہے ان میں موجود مقداریں اُس زمانے میں رائج ان کتابوں سے ماخوذ ہیں جن میں ہفت اقلیم کے شہرو قصبات کے طول وعرض مندرج ہیں جیسا کہ اٹلس۔

اور جدید تحقیق میں اگر اس میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو اس سے فتاوائے رضویہ پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

حرم مقدس اور علی گڑھ سے متعلق سرکار اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''طول مکہ م ی　　طول علی گڑھ عح و

ومابین الطّولین لز نو عرض مکہ　کا　کہ

عرض علی گڑھ　کز نو ومابین العرضین　و　لا''

یعنی.........طول مکہ معظّمہ　$40^0 10'$　طول علی گڑھ　$78^0 6'$

دونوں میں فصل　$37^0 56'$　عرض مکہ　$21^0 25'$

عرض علی گڑھ　$27^0 56'$　دونوں عرض میں فرق　$6^0 31'$

یہ تعین محل قدیم کتابوں سے ماخوذ ہے جبکہ جدید تحقیق میں قدرے اختلاف ہے۔ جو مطالب میں خاص مؤثر نہیں۔

جدید روشنی والوں نے چونکہ 10 دسمبر 1906ء کو وہ فتویٰ شائع کیا تھا جس میں انہدام عیدگاہ کی بات تھی تو پیمائش کے وہی آلات مناسب رہیں گے جو اس دور میں رائج تھے۔

نئی روشنی کے محققین قطب شمالی پر دیوار کو لانا چاہتے ہیں اس صورت میں قبلہ نقطۂ مغرب ہوگا۔ اب یہاں قبلہ کی دو لکیریں صاف نظر آئیں۔

ایک سیدھی لکیر نقطۂ مغرب کی طرف جس پر یہ لوگ اس دیوار کو بنانا چاہتے ہیں اور دوسری لکیر اس طرف جس پر پہلے سے قبلہ موجود ہے یعنی اس سے نوے فٹ جنوب کو مائل اسی میلان کی وجہ سے ان کے نزدیک انہدام فرض ٹھہرا پھر عجب یہ کہ نماز باطل نہیں ہوئی بلکہ مکروہ تحریمی ٹھہری۔

اب ذرا اس حقیقت سے آشنا ہونا مناسب رہے گا کہ علی گڑھ سے کوئی دیوانہ سیدھا اس لکیر پر افق علی گڑھ تک پہونچ جائے جس کی رہنمائی موجودہ دیوار کررہی ہو جبکہ دوسرا دانا اس سمت پر چلا جائے نئی روشنی کی کرنیں جدھر اشارہ کریں یعنی نقطۂ مغرب کی طرف =

تو کیا ان دونوں میں سے کوئی کعبہ بیت اللہ کی زیارت سے مالا مال ہو جائے گا مفتی صاحب کا فتویٰ تو یہی بتا رہا ہے کہ دیوانہ کی محنت لا حاصل ہوگی جبکہ دانا مطاف میں داخل ہو جائے گا یعنی کعبہ کی تلاش میں نکلنے والے دانا کو خود کعبہ تلاش کرلے گا حالانکہ دیوانہ یمن کے جنوب میں سمندر سے گذرتا ہوا افریقی ریگستانوں میں داخل ہو جائے گا جبکہ دانا حرم مقدس کو بائیں پہلو میں چھوڑتا ہوا مدینہ طیبہ کی سرحد تک پہونچ جائے گا جو آنے والے مضامین سے پوری طرح واضح ہوگا۔ یعنی دونوں دائرۂ سمتیہ کے درمیان حرم مقدس ہوگا۔

لہٰذا اگر پہلی دیوار اس لئے ناجائز ہے کہ سمت قبلہ سے جنوب کو مائل ہے تو نئی روشنی کی دیوار بھی ناجائز ٹھہرے گی کہ یہ سمت قبلہ سے شمال کو مائل ہے کہ علی گڑھ والوں کے لئے نقطۂ مغرب نقطۂ سمت قبلہ نہیں ہے بلکہ قبلہ حقیقی جنوب کو ہی مائل ہے لیکن اسقدر نہیں جو موجودہ دیوار بتا رہی ہے۔

نوے فٹ

دیوار عیدگاہ کوڈھادینافرض ہے۔نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے۔ٹھیک سمت قبلہ میں خط کھینچنا فرض ہے۔دیوار نوے فٹ کے قریب سمت قبلہ سے پھری ہوئی ہے۔

یہ کوئی عوامی جملے نہیں ہیں بلکہ علی گڑھ کے محققین و مفتی صاحب کے ذمہ دار قلم کی نوک سے نکلے ہوئے وہ چند جملے ہیں جن کی زہرافشانی کا احساس ہرایک سلیم الطبع کو ضرور ہوگا ۔اگران جملوں میں ربط نظر نہ آئے تو کیا انہیں یہاں کی علمی شہرت پر ہی محمول کر دینا کافی ہوگا ؟نہیں بلکہ انصاف کے ترازو پر انہیں بھی تولا جائے گا تو پھر رضوی اسکیل ہی اس کے لئے زیادہ مناسب تھا اور اس پر ہی عمل کیا گیا۔

یہ استفتاء اگر سرکار اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں نہ پہونچا ہوتا تو شاید اس کا احتمال تھا کہ دوسرے مفتی کا قلم بھی وہی کہتا جدید روشنی والوں کی جو تحقیق سامنے آئی ہے اور اس کی حمایت میں ایک فتویٰ بھی موجود ہے جبکہ فاضل بریلوی کا قلم تو دولت وشہرت کی کبھی رعایت ہی نہیں کرتا ہے بلکہ وہی کہتا ہے جو مطابق شرع ہوتا ہے اور مطابق شرع یہاں کوئی حکم نافذ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس نوے فٹ کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں۔اس کے ادراک کے بغیر کوئی فتویٰ دینا اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی نے نوے فٹ کے فرق کی طرف خاص توجہ فرمائی اور اس کے بھی میں نے چار احتمالات نکالے تھے جن میں سے ہر ایک تفصیل طلب ہے لیکن استفتاء میں موجود دیگر چند الفاظ سے احتمال رابع قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

اور چوتھا احتمال یہ ہے کہ دیوار موجودہ قطب شمالی سے نقطۂ مغرب کی طرف نوے فٹ منحرف ہے جبکہ مفروضہ دیوار کو جنوب سے شمال کی طرف بلاانحراف بنانے کی تجویز علی گڑھ

والوں کے پیش نظر ہے۔دونوں دیواریں مثلث کے دوساق کی طرح ہیں دونوں کا مبداء جنوب میں ایک ہی ہے۔شمال کی طرف جتنی آگے بڑھیں گی ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ بڑھتا جائے گا۔محققین کی تحقیق میں یہ فاصلہ نوے فٹ کا ہو چکا ہے اسی نے یہاں کے محققین حضرات کے علاوہ مفتی صاحب کو بھی اس قدر آگ بگولہ کر دیا کہ یہ حضرات توازن برقرار نہ رکھ سکے جس کا نتیجہ ہے کہ تحقیق وافتاء کے ذمہ دار قلم سے وہ چند جملے صادر ہوئے جو ابتداء مضمون میں باصرہ نواز ہوئے۔قرین قیاس چوتھا احتمال یہ تھا:

=ا،ب-ج=زاویہ مبداء=ا-ب=دیوار موجودہ=ج-ب=دیوار مجوزہ=ا،ج=فاصلہ نوے فٹ

اس سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ کی امید نہیں ہے کہ یہاں صرف فاصلہ کا بیان ہے اس کے علاوہ مثلث کے تینوں زاویوں میں سے کسی کو بھی بیان کرنا مستفتی نے ضروری نہ سمجھا اور نہ ہی دونوں ساقوں میں سے کسی کی بھی لمبائی بتائی گئی تو پھر ایک ذمہ دار قلم اسکے جواب سے احتراز ہی کرے گا اس لئے کہ صرف نوے فٹ کے فرق سے یہ بتانا ممکن ہی نہیں ہے کہ جہت قبلہ میں اتنی وسعت ہے یا نہیں دیوار موجودہ کی ہدایت پر نماز پڑھنے والے داخل جہت قبلہ ہیں یا خارج۔

دونوں دیواروں کی لمبائی میں زیادتی یا کمی سے زاویہ بڑھتا گھٹتا جائے گا اور یہ نوے فٹ کا وتر کبھی تو نو درجہ کا قرب بتائے گا جو داخل جہت ہے اور کبھی نوے درجے کا زاویۂ تامہ جو خارج جہت ہی نہیں بلکہ دوسری جہت کا وسط ہے۔

ہرایک جانتا ہے کہ یہاں آفاقی قبلہ زیر نظر ہے گرچہ اصابت عین مندوب تر ہے اور مفتی صاحب کی نظروں سے بھی یہ مسئلہ اوجھل نہیں ہے کہ یہاں تو جہت کافی اصابت عین ضروری نہیں جیسا کہ اس استفتاء میں ہدایہ کی عبارت مفتی صاحب کے حوالہ سے زینت فتویٰ

ہے **ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع**

اس عبارت سے پہلے مفتی صاحب نے تین احکام نافذ فرمائے۔

۱۔ بحسب استطاعت اس کو شہید کردینا فرض ہے۔

۲۔ ٹھیک سمت قبلہ مسجد یا عیدگاہ کا بنانا فرض ہے۔

۳۔ عدم استطاعت کی صورت میں سمت قبلہ پر لکیریں کھینچ لینا فرض ہے۔

اپنے ان تینوں دعووں پر مفتی صاحب نے بطور دلیل ھدایہ کی عبارت پیش کی جس کا ترجمہ ہے کہ = جو مکہ سے غائب ہو (یعنی آفاقی ہو) تو اس کے لئے اصابت جہت فرض ہے ۔یہی صحیح ہے کہ تکلیف بحسب وسعت ہے=

کیا مفتی صاحب کے دعوے پر یہ دلیل کافی ہے؟

نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس دلیل سے تو مفتی صاحب کے فتویٰ کی بنیادیں ایسی لرز چکی ہیں کہ اب ان کا سلامت رہنا مشکل ہی نہیں دشوار ترین ہے کہ یہاں اصابت جہت کا لفظ ہے نہ کہ اصابت عین کا اور نوے فٹ کے فاصلے سے کیا عیدگاہ اصابت جہت سے خارج ہے؟

کیا جہت کی پیائش فٹ یا میٹروں سے ہوتی ہے؟

نہیں بلکہ اس کے لئے درجہ ودقیقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور نئ تحقیق کا =نوے فٹ= اسکے لئے کافی نہیں اور ادراک زاویہ کے بغیر جواب بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے موجودہ دیوار کی لمبائی دریافت فرمائی تا کہ زاویہ کی پیائش ہوسکے۔

فاضل بریلوی کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

''اب وضوح مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا
اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے
تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہت قبلہ کی طرف ہے
اور اس میں نماز مکروہ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب

جہل وافتراء اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوار قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا دریافت کئے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعویٰ کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ۔ صفحہ 38 جلد3)

استفتاء کا یہ پہلو آخرئ روشنی اور نیا فتویٰ کے محققین ومفتی صاحبان کی نظروں سے اوجھل کیوں رہا۔ فتویٰ جس پر موقوف ہو اسی سے ان حضرات نے صرف نظر کیوں کیا اور ان لوگوں نے نوے فٹ کے فاصلے پر جبری وقہری حکم نافذ کر دیا۔ شاید کہ یہ حضرات تحقیق زاویہ کو نا قابل التفات تصور کرتے ہوں یا تو پھر اس کے مستحق ہی نہ ہوں کہ **ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء**

فاضل بریلوی نے دیوار قدیم کا طول دریافت کیا اور یہ معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں۔

نقشہ میں =ا۔ج =وتر برابر نوے فٹ یعنی ساٹھ ذراع ہے کہ فٹ ذراع کا دو تہائی حصہ ہے۔

اسی طرح دو ذراع برابر ایک گز لہٰذا دیوار کی لمبائی ساڑھے بیاسی گز برابر ایک سو پینسٹھ ذراع اور اعلیٰ حضرت کا فرمان.......................

ز　ہ

ء

"اقول ء نقطۂ قطب ہے اور =ا-ب= دیوار قبلہ بحالت موجودہ =ب= سے ٹھیک سمت =ء= پر خط =ب ج= غیر محدود کھینچا اور =ب کو مرکز فرض کر کے =ا= کے بعد پر قوس =از ج= رسم کی جس نے خط کو نقطۂ ج پر قطع کیا تو =ب ج= اس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اس کو لانا چاہتے

ہیں وتر = اج = وصل کیا کہ حسب بیان معترضین 90 فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی
ہے اور = اب ج ب = دونوع ضلع یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسب بیان
سائلان ایک سو پینسٹھ ذراع شرعی الخ''

(رضویہ)

یہ ہے وہ خاص نقطہ جس پر فاضل بریلوی نے توجہ فرمائی حالانکہ نئی روشنی والوں کے علاوہ مفتی صاحب کی بھی ذہنی پرواز وہاں تک نہ ہو سکی۔

امام اہلسنت نے متعدد طریقے سے ثابت کیا کہ یہاں = اب ج = زاویہ دو دقیقے کم اکیس درجہ ہے یعنی 20 درجے 58 دقیقے اور یہی انحراف کی مقدار ہے لیکن یہ نقطۂ سمتیہ سے نہیں بلکہ نقطۂ مغرب سے انحراف ہے۔

پھر اس انحراف کا فساد یا عدم فساد سے کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں آنے والے مضامین سے مفہوم خوب واضح ہو جائے گا۔ یہاں اعلیٰ حضرت نے خط = اج = کے مربع کو نصف قطر پر تقسیم کیا یعنی بمطابق بیان سائلان خط اج = برابر 90 فٹ یعنی 60 ذراع اور 60x60=3600÷165=21.8181818 یہی مقدار وتر ہے۔ نصف قطر سے اس کا تناسب یہی ہے فرق تو پہلے سے معلوم تھا دیوار کا طول اب معلوم ہوا مربع فرق کو دیوار پر تقسیم سے دونوں کے درمیان کی نسبت بھی معلوم ہوگئی پھر اس نسبت سے امام اہل سنت نے مقدار زاویہ کو سہل ترین انداز میں بیان فرما دیا پھر مقدار وتر کو یوں بیان فرماتے ہیں

''کا مط ہ کز اس کا نصف ی ند لب مد جدول
جیب میں اس کی قوس ی کط الخ''

یعنی سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وتر کی مقدار 21 درجہ 49 دقیقہ 5 ثانیہ اور 27 ثالثہ ہے اور اس کا نصف 10 درجہ 54 دقیقہ 32 ثانیہ 44 ثالثہ ہے پھر جدول جیب میں اس کی قوس 10 درجہ 29 دقیقہ ہے۔ نقشہ میں مثلث اب ہ یا پھر ح ب ہ دونوں میں سے ہر ایک کی یہ مقدار ہے جبکہ انحراف دونوں کا مجموعہ ہے۔ اور $10^0 29 + 10^0 29 = 20^0 58$ لہٰذا بیس درجہ اٹھاون دقیقہ عیدگاہ کی قدیم دیوار قطب شمالی سے منحرف ہے۔

یہ انحراف قطب شمالی سے ہوا نہ کہ جہت قبلہ سے۔

یہ تو فاضل بریلوی کا احسان تھا کہ دارالافتاء میں آپ نے ایسے مثلث کے زاویوں کی مقدار بیان کردی جس میں کوئی بھی زاویہ تامہ نہ ہو کہ دیوار موجودہ و مجوزہ اور نوے فٹ کے فاصلے کا مجموعہ ایک مثلث تھا اس کی پیمائش کے لئے ہر ایک ضلع کی دو دو حیثیت کتابوں میں موجود ہے۔ نوے فٹ کی دو صورتیں جیب یا ظل؟ دیوار قدیم و مجوزہ میں سے ایک کی دو صورت قاطع یا قاطع تمام؟

پھر دوسری کی دو صورت جیب تمام یا ظل تمام

کسی بھی مثلث میں انہیں چھ لکیروں سے بحثیں ہوتی ہیں لیکن ان کے تحقق کے لئے زوایاء ثلثہ میں سے کسی ایک کا زاویہ تامہ ہونا لازم ہے جبکہ علی گڑھ کا یہ مثلث کچھ ایسا ظاہر ہوا کہ اس میں کوئی بھی زاویہ زاویۂ تامہ نہیں۔ اور جب کوئی زاویہ تامہ نہیں تو پھر اس کی پیمائش کے لئے ان چھ خطوط میں سے کسی کا بھی استعمال کیسے کریں۔

لہٰذا فاضل بریلوی نے اسے آسان بنانے کے لئے نقشہ میں نوے فٹ کے فاصلہ کے درمیان ایک تیسری دیوار بنادی۔ اب مثلث کا ایک زاویہ زاویۂ تامہ بن گیا نہیں بلکہ ایک مثلث کے دو مثلث بنے دونوں میں سے ہر ایک میں ایک ایک زاویہ زاویۂ تامہ بنا۔

تصویر دیکھ کر پوری طرح آپ کو اندازہ ہو رہا ہوگا کہ دیوار مجوزہ دیوار موجودہ کے مساوی ہے یعنی ہر ایک کا طول 165 ذراع ہے لیکن رضوی دیوار جو جان مثلث ہے اس کا طول قدرے کم یعنی قریب 162.195 ذراع جو موجودہ دیوار سے 2.8 ذراع کم ہے۔

امام احمد رضا نے یہاں مثلث کی ایک ایسی صورت پیش کردی جس سے اوسط درجے کا ایک طالب علم بھی بڑی آسانی سے علی گڑھ کی عیدگاہ کا مسئلہ حل کرسکتا ہے حالانکہ اس کی پیمائش میں نئی روشنی والے محققین و مفتیوں کو پسینہ آگیا تھا۔ اب دونوں دیواروں کے مابین بریلوی خط سے نوے فٹ یعنی ساٹھ ذراع کا فاصلہ دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔

رضوی نشان نقطۂ =ہ= سے تیس ذراع کا فاصلہ مجوزہ دیوار -ب ح- کی طرف ہے جبکہ تیس ذراع موجودہ دیوار -اب- کی طرف اور زاویہ اہ ب و ح ہ ب دونوں زاویہ تامہ ہیں،

لہٰذا اب ان چھ خطوط میں سے کسی ایک کے استعمال سے زاویہ=اب ہ=وزاویہ=ہ ب ج -کی پیائش میں کوئی دشواری نہیں رہی ۔مثلاً نصف فرق 30ذراع ÷ مجوزہ دیوار 165ذراع =1818.جیب زاویہ کی مقدار ہے ۔جدول جیب سے معلوم ہوا کہ یہ $10^0 29$ کی جیب ہے۔ یہ تو نصف فاصلہ تھا جبکہ اس کا دوگنا $20^0 58$ ہے یہی تو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا کہ جانب غرب سے دو دقیقہ کم اکیس درجہ ہے اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ انحراف مغرب سے ہے نہ کہ سمت قبلہ سے بالفرض اگر سمت قبلہ سے بھی یہی انحراف ہوتا تو بھی تنگ ترین قول پر بھی بطلان نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا چہ جائیکہ انہدام جدار کو فرض قرار دیا جائے۔ کیا اتنا انحراف سمت قبلہ سے خارج ہے یا داخل ہے ۔آنے والے صفحات میں کلک رضا کا وہ تیور بھی سامنے آرہا ہے جس میں ان محققین کا بھرپور تعاقب کیا گیا ہے۔اور قلم اپنی ہر ایک روش پر قارئین کرام سے داد تحسین حاصل کررہا ہے اس لئے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کا ایک ایک فیصلہ ذہن وفکر ہی کو متاثر نہیں کرتا ہے بلکہ دل ودماغ میں بھی کچھ ایسے گہرے نقوش چھوڑ جاتا ہے جن کو فراموش کردینا کسی بھی منصف ذہن وفکر کو زیب نہیں دیتا ہے۔

فاضل بریلوی کی اس تحقیق عمیق سے تینوں زاویوں کا جوراز منکشف ہوا وہ یہی ہے کہ زاویہ ا۔ج۔ب=دیوار موجودہ 79درجہ 31دقیقہ زاویہ ج ۔ا۔ب =دیوار مجوزہ 79درجہ 31دقیقہ

باقی ا۔ب۔ح=نوے فٹ کا فاصلہ 20درجہ 58دقیقہ

اور تینوں کا مجموعہ ایک سو اسی درجہ ہوا کہ مثلث کے تینوں زاویے دوزاویہ قائمہ کے برابر ہیں۔

یہ تھی اس مثلث کی حقیقت جو آلات انگریزیہ ،ماہرین معقولات جغرافیہ کے لکچرر اور دارالافتاء کے مفتی صاحب کی اتحادی یورش اور یلغار کے سامنے چیلنج بنی ہوئی تھی اور ان سبھوں کا مجموعی مشن (ڈسکورنگ آف کعبہ) کے سامنے معمہ بنی رہی ۔ہوسکتا ہے اسی ناکامی کے جنون میں وہ چند جملے کہے گئے ہوں جو علی گڑھ کی فضاؤں میں آج بھی اسی بے اعتدال کیفیت کی شہادت دے رہے ہیں کہ دیوار عیدگاہ کو ڈھادینا فرض ہے۔نماز اس میں

مکروہ تحریمی ہے۔ٹھیک سمت قبلہ میں خطوط کھینچنا فرض ہے۔دیوار نوے فٹ سے قریب سمت قبلہ سے پھری ہوئی ہے۔

یہ ہیں وہ چند جملے جن سے وہاں کے محققین کی علمی بصیرت، طریقۂ فکر، معیار تحقیق اور پرواز تخیل کا صحیح صحیح اندازہ ہو رہا ہے۔

حالانکہ ذی شعور پر پورا واضح ہے کہ یہ فرق اگر اور بھی زائد ہوتا ایک دو ہاتھ ہی نہیں بلکہ 71 ہاتھ کا فاصلہ اور بھی زائد ہوتا پھر بھی صحت نماز پہ کوئی فرق نہ آتا کہ 71 اور 60 کا مجموعہ 131 ہاتھ ہوتا اور اس کا نصف 65.5 ہوتا لہٰذا 165÷65.5 موجودہ دیوار =397. جدول جیب میں اس کے درجات 23.4 آئے اور اس کا دوگنا 46.8^0 درجات ہوئے یعنی 46 درجہ 48 دقیقہ دو درجہ آٹھ دقیقہ منہا کیا جو حقیقی قبلۂ علی گڑھ ہے باقی 44 درجہ 40 دقیقہ یعنی مکمل 45 درجہ سے ابھی بھی 20 دقیقہ کم لہٰذا نماز صحیح کہ جہت قبلہ سے خارج نہیں ہے۔

جہت کعبہ

اسلام صرف حجازی نہیں ہے جغرافیائی سرحدیں مذہب اسلام پر اثر انداز نہیں ہوسکتی ہیں ۔آج کل الیکٹرانک میڈیا ومواصلاتی ذرائع سے پوری طرح اسلام کی آفاقیت نمایاں ہوچکی ہے۔اس مقدس مذہب کے اصول وضوابط بھی غالبًا آفاقی ہیں۔نمازی چاہے الاسکا کے دلدل میں ہو یا ٹوکیو کے اژدہام میں جنوبی افریقہ کے سبزہ زار میں ہو یا پھر سائبیریا کی برفیلی وادیوں میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کررہا ہو ہر ایک نمازی تصورات کی دنیا میں خانۂ کعبہ کو سامنے دیکھتا ہے ۔بطور تمثیل عرض کروں کہ ہندوستان کا عرض تقریباً تین ہزار کلومیٹر ہے ۔ایک ہی نصف النہار میں تین ہزار کلومیٹر کے نمازی کعبہ کی طرف متوجہ ہیں ہر ایک کا رخ نقطۂ مغرب ہے یہ کیسے یقین کرلیا جائے کہ سب عین کعبہ کی طرف متوجہ ہیں جبکہ علی گڑھ کی تحقیق بھی یہی کہہ رہی ہے کہ عین کعبہ سے انحراف تو روا ہے لیکن نقطۂ مغرب سے انحراف گوارا نہیں ہے۔

تین ہزار کلومیٹر کی طویل مسافت میں خاص وہ جگہ جس کے اول السموت میں کعبہ کی ضیاباریاں ہورہی ہوں وہی خوش نصیب جگہ ہے جہاں کے نمازی کا تصور حقیقت پر مبنی ہے کہ نقطۂ مغرب ہی کو رخ کرے تو کعبہ کا رخ ہوگا یعنی حرم الٰہی کا۔

اس نصف النہار میں باقی جگہیں ایسی سعادت سے محروم ہیں۔شریعت مطہرہ تامہ نے اس سلسلے میں واضح فرمادیا کہ استقبال قبلہ اہم الفرائض ہے۔

اہل مکہ کے لئے اصابت عین جبکہ آفاقی قبلہ جہت کعبہ ہے اور اس پاک شریعت کی شان ہے کہ وسعت سے زائد مکلف نہیں بناتی ہے۔اور آفاقی قبلہ میں بھی متعدد اقوال ہیں زیادہ تر اہل مشرق کا قبلہ بین المغربین اور اہل مغرب کا قبلہ بین المشرقین ہی قرار دیتے ہیں۔یہی موقف امام الائمہ حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے منقول ہے۔

علی گڑھ والوں کے لئے یہاں تین باتوں پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ بین المغربین کیا ہے؟

۲۔ کیا علی گڑھ کے نصف النہار کا بین المغربین ایک ہی ہے؟

۳۔ علی گڑھ کا جہت قبلہ مغربین کے مساوی ہے یا کم ہے یا زائد ہے؟

عرف عام میں تو یہ جہات چار ہیں مشرق و مغرب، شمال و جنوب اس میں فوق و تحت کو ملا کر جہات ستہ موجود ہیں۔

۱۔ مغرب کو سمجھنے میں تو کوئی دشواری نہیں ہے لیکن مغربین قابل توجہ ہے۔

سب کے مشاہدے میں ہے کہ 21 جون کو سورج قطب شمالی سے کافی قریب ہوتا ہے پھر اس کے بعد سست روی کے ساتھ بتدریج دوری بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ 22 دسمبر کو قطب شمالی سے انتہائی بعد میں پہونچ جاتا ہے اور قطب جنوبی سے قریب تر ہوتا ہے لیکن یہاں پھر قطب شمالی یاد آتا ہے اور شمال کو متوجہ ہو جاتا ہے اسی طرح سورج کا ایک سال پورا ہوتا ہے۔ قطب شمالی کے قریب ترین منزل میں جب غروب ہو تو مغرب شمالی ہے اور بعید ترین منزل میں غروب ہو تو مغرب جنوبی بالفاظ دیگر پہلے کو مغرب سرطان دوسرے کو مغرب جدی کہا جاتا ہے ایک مغرب سے دوسرے مغرب تک جانے میں سورج کو چھ مہینے لگ جاتے ہیں اس چھ مہینے کی طویل مسافت کی ابتداء و انتہاء کے غروب کو مغربین کہا جاتا ہے۔ اور یہ طویل مسافت سورج ایک دن میں طے نہیں کرتا ہے بلکہ اس کو طے کرنے میں ایک سو بیاسی روز سے بھی زیادہ مدت تک یہ سفر جاری رہتا ہے جس میں ایک سو بیاسی جگہ غروب کرتا ہے لہٰذا اسی قدر مغارب ہوئے اور اسی کے مساوی مشارق بھی ہیں لہٰذا ایک سو بیاسی مشارق بھی ہوئے جبکہ مشرقین یا مغربین ان سارے مشارق و مغارب کو محیط ہیں۔

۲۔ مغربین کا مفہوم پوری طرح عیاں ہو گیا وسط مغربین نقطۂ مغرب ہے یوں ہی وسط مشرقین نقطۂ مشرق ہے یہاں سے میل شمس ہوتا ہے سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ان السعة العظمی فی الافق المستوی کج کز الخ

(فتاوائے رضویہ صفحہ 35 جلد 3)

نقطۂ اعتدال سے افق مستوی میں زیادہ تر وسعت تیئیس درجہ ستائیس دقیقہ ہے۔ نقطۂ اعتدال سے شمال یا جنوب کی یہ وسعت ہے۔ شمال وجنوب کا مجموعہ چھیالیس درجہ چون دقیقہ ہوا جو بین المغر بین یا مشرقین کی پوری مسافت ہے اور ایک جہت کاملہ سے تینتالیس درجہ چھ دقیقہ کم ہے۔ یہ وسعت استوائی ہے یعنی نقطۂ اعتدال کی آبادی کا بین المغر بین چھیالیس درجہ چون دقیقہ ہے اور جب عرض بلد بڑھتا جائے گا وسعت بڑھتی جائے گی۔

خاص علی گڑھ کے بارے میں فاضل بریلوی کا ارشاد ہے:

''معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطۂ مغرب سے ۲۶/درجہ ۴۶/ دقیقہ شمال کو وراس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے۔''

(رضویہ صفحہ 38۔ جلد 3)

جیسا کہ پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے کہ اس فن کی کتابوں کے مطابق سرکار اعلیٰ حضرت نے عرض علی گڑھ $27^0 56'$ تحریر فرمایا ہے۔ اور عرض کی زیادتی سے بین المغربین کی وسعت بڑھتی ہے۔ تقریب فہم کے لئے اس نقشہ کو ملاحظہ کریں:

اب ج ءنصف النہار علی گڑھ ب ءافق استوائی = محل علی گڑھ و ز اول السموت ا، ج دائرۂ معدل ج وعرض بلد 27 درجہ 56 دقیقہ ح ط افق علی گڑھ اورہ نقطۂ مغرب ک ل استوائی مغربین م ن علی گڑھ کا مغربین اور ظاہر ہے کہ ک ل کے مقابلے م ن کی مسافت زائد ہوگی جبکہ ک ل کے مابین چھیالیس درجہ چون دقیقہ ہے تو م ن کے مابین یقیناً اس سے زائد ہے اور بعد کو فاضل بریلوی نے 26 درجہ 46 دقیقہ تحریر فرمایا۔ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے جن

اصول وضوابط سے اسے ثابت کیا ہے ان سے قدرے ہٹ کر جدید طریقۂ تعلیم سے بھی اس مقدار کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

اسکے لئے دو طریقے درج ذیل ہیں۔لوگارثیم میں جیب میل اور قاطع عرض بلد کا مجموعہ نقطۂ مغرب یا مشرق سے جیب میل افق بلد ہے

یعنی جیب میل کلی لوگارثیم میں 9.5998270

+قاطع عرض بلد 10.0537968

= 9.6536238

جدول جیب میں اس کے درجات $26^0 46$ آئے۔چھبیس درجہ چھیالیس دقیقہ سبحان اللہ العظیم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے تو یہی فرمایا تھا کہ

''معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس لسرطان نقطۂ مغرب سے 26 درجہ 46 دقیقہ شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے تو پھر ایک نقطہ کا بھی انحراف کیونکر ہو سکتا ہے۔''

دوسرا طریقہ اعشاریہ کا ہے۔یہاں جمع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مقدار جیب میل کو قاطع عرض بلد سے ضرب دیا جائے حاصل ضرب جیب مغرب راس السرطان یا راس الجدی ہوگا۔اسے ہم یوں حاصل کر سکتے ہیں:

جیب میل کلی .398

×قاطع عرض علی گڑھ 1.1318

= .45

جدول جیب میں 26 درجہ 46 دقیقہ کی یہ مقدار ہے۔

نتیجہ وہی برآمد ہوا سرکار اعلیٰ نے جو فرمایا تھا یعنی اب علی گڑھ کا بین المغربین و المشرقین اس کا دو چند ہوگا۔

$26^0 46 + 26^0 46 = 53^0 32$ ہوا۔

علی گڑھ کے نصف النہار کا وہ شخص جوخط استویٰ میں ہے اس کے مغربین کی وسعت چھیالیس درجہ چون دقیقہ ہے لیکن علی گڑھ کے مغربین کی وسعت ترپن درجہ بتیس دقیقہ ہوا گرچہ دونوں ایک ہی نصف النہار میں ہیں پھر بھی علی گڑھ کا بین المغر بین چھ درجہ اڑتیس دقیقہ زائد ہے۔اب پوری طرح واضح ہوگیا کہ نصف النہار اگرچہ ایک ہے لیکن شمال سے جنوب تک اس کا بین المغر بین ایک ہرگز نہیں اسی طرح مشرقین بھی۔

لیکن نقطۂ مشرق ومغرب میں پورے نصف النہار کا اتفاق ہوگا کہ مابین القطبین ہی نقطۂ مغرب یا مشرق ہے۔

اس عبارت میں تیسرا پہلو میں نے یہ بیان کیا تھا کہ علی گڑھ کا جہت قبلہ بین المغر بین کے مساوی ہے یا کم یا پھر زائد۔

ہرایک ذی فہم کے سامنے یہ آشکارا ہے کہ یہ جہت چار ہیں

استقبال-استدبار-یمین و شمال

ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں ہے جبکہ ان چاروں کا مجموعہ 360 درجہ ہے۔

لہٰذا 360÷4= ایک سمت ہوا یعنی 90 درجہ کی ایک جہت ہے۔

جبکہ علی گڑھ کا بین المغر بین '32 53^0 ہے۔

ایک مکمل جہت سے '28 36^0 کم ہے۔

یعنی نقطۂ استقبال سے یمین وشمال جب تک انحراف 45 درجہ کے اندر ہے تو استقبال پایا جائے گا۔

ایسا ممکن ہے کہ نمازی مغربین کے اندر ہو لیکن استقبال قبلہ سے باہر ہے اور کبھی مغربین سے باہر ہے پھر بھی استقبال قبلہ برقرار ہے بلکہ بعض کا قبلۂ تحقیقی مغربین سے باہر ہی ہے جیسا کہ علامہ برجندی نے ہراۃ کا قبلہ مغربین سے باہر قرار دیا اسی طرح علی گڑھ کا قبلہ مغربین سے باہر بھی متصور ہے۔مغربین سے خروج فساد نماز کو لازم نہ ہوگا کہ ابھی چھتیس درجہ اٹھائیس دقیقہ کی جہت خارج مغربین ہی ہے۔اسی پر ہرایک جگہ کو قیاس کرنا مناسب نہ ہوگا۔

بعض ایسے مواضع بھی ہوسکتے ہیں کہ ان کا قبلہ حقیقی تو نقطۂ مغرب ہے اور بین المغربین میں ہی مصلی استقبال قبلہ سے خارج ہے۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں $66^0 33'$ کے عرض پر مجموع سعتین کے پورے ایک سواسی درجے ہیں اسی پر دلیل دیتے ہوئے شرح چغمنی کی عبارت پیش کرتے ہیں حیث قال **سعة المشرق و المغرب تزید بزیادۃ العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعا.**

حضور امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان عالیشان کہ اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے اور اہل مغرب کا مشرق = سے بعض حضرات نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اہل مشرق اگر مغربین سے خارج ہیں جہت استقبال سے خارج ہیں۔ یوں ہی اہل مشرق جب تک مغربین کے درمیان ہیں جہت قبلہ باقی ہے یوں ہی اہل مغرب انہیں حضرات کی رہنمائی کرتے ہوئے **امام المحققین** امام احمد رضا نے فرمایا کہ امام اعظم کی عبارت کا مطلب یہ ہرگز نہیں بلکہ اس وقت کافت اقلیم صرف اس فرمان عالیشان میں داخل ہے اور وہ بھی تسہیل عوام کے لئے نہ کہ اس سے خروج خروج جہت قبلہ کو لازم (اس پر بیان آنے والا ہے) اسی پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں $66^0 33'$ کے عرض پر مجموع سعتین کے پورے ایک سواسی درجے ہیں اور علامہ برجندی نے بھی یہی فرمایا کہ **سعة المشرق و المغرب تزیدبزیادۃ العرض الی ان تبلغ قریبامن الربع مالم یبلغ ربعاً** یعنی مغرب و مشرق کی وسعت بڑھتی جائے گی تقریباً ربع دور تک جبکہ عرض بلد ربع دور تک نہیں پہونچے گا۔

علامہ برجندی نے عرض بلد کا تعین نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ ربع دور سے کم اور امام احمد رضا نے فرمایا کہ یہ عرض $66^0 33'$ ہے الخ۔ یعنی اس عرض پر جو آبادی ہے اسکے لئے میل کلی ربع دور ہے تو پھر ربع شمالی اور ربع جنوبی کا مجموعہ نصف دور ہوا اور افق بلد کا یہ نصف دور اگر بین المغربین ہے تو دوسرا نصف **بین المشرقین** ہوگا، لہٰذا افق بلد کا پورا دور مشرق و مغرب میں ہی ختم ہو گیا۔ شمال اور جنوب کی کوئی گنجائش نہ رہی تو پھر حدیث پاک **اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یؤلها ظهره ولکن شرقوا و غربوا** میں چار جہت کا تذکرہ کیونکر آیا اور یقیناً جہتیں چار ہیں تو پھر بین مشرقین و مغربین کو ایک ایک جہت قرار دینا

درست نہ ہوگا۔

بہرحال اس عرض کی آبادی تو جنوب میں ہے ہی نہیں ہاں شمال میں اس عرض پر آبادی ہے جیسا کہ روس میں اولنک کوہستانی علاقہ ،انیویسک کی آبادی ، ہونیو، برکھویانسک ،تجوسکی اور میجبن ،فن لینڈ کا کچھ علاقہ ،سوئیڈن وناروے کا کچھ علاقہ ،کناڈا کا شمالی حصہ پھر امریکی صوبہ الاسکا کی آبادی فورٹ یوکون ۔ان ساری آبادیوں کا مشرق راس جدی قریب قریب نقطۂ جنوب ہی ہے اور یہی مغرب راس جدی بھی یعنی 22 دسمبر کو یہاں کی رات تقریباً پونے چوبیس گھنٹے کی ہوگی کہ ابھی سورج نکل ہی رہا تھا نصف سورج ہی طلوع ہوا کہ پھر غروب ہونا شروع کردے گا دیکھتے ہی دیکھتے غروب بھی ہوجائے گا نقطۂ مرکز شمس جب نقطۂ جنوب پر منطبق ہو۔یہی مذکورہ تاریخ میں ان آبادیوں کا نصف النہار ہوگا۔ان آبادیوں کے لئے وقت ظہر اور عصر کا تعین اور حصول بڑا دشوار ہوگا کہ نصف النہار میں بھی نصف شمس زیرزمین ہوگا اور عصر کا وقت تو مل سکتا ہے لیکن وہی وقت مکروہ جبکہ آدھا سورج غروب ہوچکا ہو۔

بہرحال اتنا تو ظاہر ہوگیا کہ ان آبادیوں کا مشرق جدی اور مغرب جدی 22 دسمبر کو قریب قریب نقطۂ جنوب ہی ہے ۔اسی طرح 21 جون کو ان آبادیوں کے لئے مشرق راس السرطان اور مغرب راس السرطان قریب قریب نقطۂ شمالی ہے یعنی 21 جون کو ان لوگوں کا دن 24 گھنٹے کا ہوگا۔سورج غروب ہونے کو ہوگا کہ ابھی آدھا سورج فجر کا وقت ہی نہیں ملے گا بلکہ ان لوگوں کا ایک دن چوبیس گھنٹہ ہی نہیں بلکہ ایک ہفتہ سے زیادہ طویل ہوگا اس پر کلام کی مزید یہاں ضرورت نہیں۔

اور چونکہ مغرب راس جدی اور مغرب راس سرطان ہی کو مغربین سے تعبیر کرتے ہیں اور بین المغربین کو اگر جہت قرار دیا جائے تو اہل مشرق کے لئے نقطۂ شمال سے نقطۂ جنوب تک افق کا نصف مغربی جہت قبلہ قرار پائے گا اور نصف مشرقی جہت ادبار لہٰذا لازم کہ جن لوگوں کا قبلہ حقیقی قطب شمالی سے صرف ایک درجہ مغرب کو منحرف ہو وہ اگر قطب جنوبی کی طرف رخ کریں اور اسی مقدار میں مغرب کو منحرف ہوں تو ان کی نماز ہوگئی کہ جہت

موجود ہے اگرچہ یہ لوگ کعبہ معظّمہ سے 178 درجہ بائیں کو منحرف ہیں حالانکہ یقیناً کعبہ معظّمہ ان لوگوں کے پس پشت ہے اوران کی جہت استقبال حقیقت میں جہت استدبار ہے۔

اب امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول کا وہ مطلب ہرگز نہیں کہ مطلقاً بین المغربین اہل مشرق کا قبلہ ہو اسلئے کہ ان آبادیوں کا بین المشرقین والمغربین قریب قریب 180^0 درجے کا ہے۔

پوری طرح یہ ظاہر ہوگیا کہ انقلاب شمالی کا 45 درجہ جو نقطۂ شمال سے قریب ہے خارج ہوکر جہت شمال سے مل جائے گا حالانکہ یہ 45 درجہ انقلاب شمالی کے مغرب کے اندر ہے نہ کہ باہر اسی طرح انقلاب جنوبی کا 45 درجہ خارج ہوکر نقطۂ جنوب سے مل جائے گا اور جہت جنوب قرار پائے گا اگرچہ یہ بھی مغرب راس جدی کے اندر ہے لہٰذا ان آبادیوں کے بین المغربین میں پوری جہت مغرب اور نصف جہت شمال اور نصف جہت جنوب ہے یعنی ان کا بین المغربین تین جہات پر مشتمل ہے جن میں ایک کامل دو ناقص۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اہل مشرق کا قبلہ مطلقاً بین المغربین کو قرار دینا درست نہ ہوگا۔

استقبال قبلہ

علی گڑھ کی نئی تحقیق سے پیشتر آفاقی استقبال قبلہ کے بارے میں دو قول پر علماء کرام کا موقف رہا۔ ایک اہل مشرق ومغرب کے لئے بین المغربین والمشرقین دوسرا قول جہت قبلہ۔

فاضل بریلوی کی تحقیق سے ہر ایک پر ظاہر ہو گیا کہ یہ دو قول جداگانہ نہیں ہیں بلکہ بین المغربین ومشرقین سے مراد جہت قبلہ ہی ہے لیکن علی گڑھ کی نئی تحقیق میں نقطۂ مشرق یا مغرب ہی قبلہ ہے انحراف سمتیہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی لئے تو یہاں کی عیدگاہ کی دیواروں پر خوب برسے یہاں تک کہ انہدام کو فرض قرار دے دیا گیا۔

امام احمد رضا کا انداز بیان کچھ یوں ہے:

دیواریں ٹوٹیں گی یا نہیں خط کھینچے جائیں گے یا نہیں اس کی منزل تو دوسری ہے پہلے ضرورت تو یہ ہے کہ علی گڑھ کا بین المغربین کیا ہے؟ علی گڑھ کا قبلہ کیا ہے؟ عیدگاہ جہت قبلہ کے اندر ہے یا باہر؟

ان نکات پر درجنوں نصوص کو پیش کرنے کے بعد فاضل بریلوی نے فتاوائے خیریہ کی عبارت کو نقل فرمایا:

من القواعد الفلكيته اذا كان الانحراف عن مقتضى الادلة اكثر من خمس واربعين درجة يمنة اويسرة يكون ذالك الانحراف خارجا عن جهة الربع الذى فيه مكة المشرفة من غير اشكال على ان الجهات بالنسبته الى المصلى اربعة (ھدایۃ المتعال)

واضح ہو کہ جہت سے مشرق ومغرب شمال وجنوب مراد نہیں بلکہ استقبال، استدبار یمین وشمال مراد ہے۔

تو پھر یہ قابل توجہ نہیں کہ نقطۂ مغرب سے عیدگاہ کی دیواریں کتنی ہٹی ہوئی ہیں بلکہ قابل اعتماد تو یہ ہے کہ نقطۂ استقبال سے انحراف کہیں 45 ڈگری سے زائد تو نہیں ہے۔

اسی جہت کے بارے میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

''عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وا سی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے 180 درجے سے 45-45 درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں اس کے حصے میں رہ کر مستثنیٰ ہوں گے۔ بیچ کے 90 درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے ۔وھوالمطلوب''

(ھدایۃ المتعال)

امام اہلسنت نے ایک حدیث پاک سے اپنے اس موقف کو مزین فرمایا ہے کہ جہتیں چار ہیں اور چاروں برابر۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذااتی احدکم الغائط فلایستقبل القبلة ولا یؤلهاظهره ولکن شرقوا وغربوا

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی جب رفع حاجت کو جائے تو قبلہ کو رخ نہ کرے اور نہ پیٹھ کرے بلکہ پورب پچھم ہو جائے۔''

اس مبارک حدیث میں بھی چار جہت ہی ہیں۔ رفع حاجت میں استقبال قبلہ و استدبار قبلہ جائز نہیں بلکہ مشرق یا مغرب کو رخ کرے۔

ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے بارے میں یہ فرمایا جا رہا ہے جو مکۃ المکرمہ سے مائل بہ مغرب شمال کو ہے تو وہاں کا قبلہ جنوبی ہی ہوگا۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے ان چاروں جہتوں کی تفہیم میں ایک نقشہ بھی پیش فرمایا ہے۔

''موضع مصلی سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبہ معظمہ پر گذرتا ہوا دونوں طرف افق تک ملا دیں اور وہیں سے دوسرا خط اس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہو جائیں پھر ہر

حصے کی تنصیف کر کے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان آخری خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوئے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منصف پر کعبہ معظمہ ہے جہت استقبال ہے اور اس کے مقابل جہت استدبار اور باقی دو ربع جہات یمین وشمال بایں صورت.........................

ہ مصلی ہے اور ز کعبہ معظمہ اب خط محاذات حقیقیہ ج د اس پر عمود ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر ربع اج کو ح اور ربع اد کو ط پر تنصیف کر کے خط ح ط ملایا یوں ہی ط ک = ی ک = ی ح تو قوس ح اط جہت قبلہ ہے الخ (ھدایۃ المتعال)

اس لئے کہ ح ط افق بلد کی ایک چوتھائی ہے یعنی نقطۂ استقبال سے یمین کو ح تک 45 ڈگری ہے اور ط تک 45 ڈگری دونوں کا مجموعہ 90 ڈگری ہے جو مکمل ایک جہت ہے اس سے انحراف پر نماز باطل ہے۔

جب تک نمازی اس جہت میں ہے استقبال قبلہ پایا گیا۔

فاضل بریلوی کے دیئے ہوئے نقشہ میں اگر ہم ح ہ اور ط ہ خط ملادیں تو ہمارے لئے مزید اور آسانی ہوگی لہٰذا ہم نے اسے ملا دیا۔

اب ۔ ح ط ہ مثلث کا زاویہ ح ہ ط زاویہ تامہ ہے۔ اس قدر انحراف جائز نہیں بلکہ یہ بطلان نماز کا سبب ہوگا کہ مصلی جہت استقبال سے خارج ہے۔

علی گڑھ کے فتویٰ میں ھدایہ کے حوالے سے جو عبارت موجود ہے اسی جہت کے بارے میں بتا رہی ہے لیکن مفتی صاحب نے اپنی گرانقدر بصیرت سے اس کا مفہوم اصابت

عین لے لیا اسی وجہ سے انہدام جدار کو فرض قرار دیا حالانکہ مفتی صاحب کی پیش کردہ عبارت میں دور دور تک اس مفہوم کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے۔

لیجئے عبارت پر نظر ثانی کیجئے مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''چنانچہ ھدایہ میں مذکور ہے، **من كان غائبا ففرضه اصابة جهتها هو الصحيح الخ**"

صاف ظاہر ہے کہ یہاں آفاقی کے لئے اصابت جہت قبلہ کو فرض قرار دیا گیا ہے نہ کہ اصابت عین کعبہ کو۔ بہر حال پوری طرح وضاحت ہو چکی کہ جہت قبلہ اور ہے جبکہ مغربین ومشرقین دوسری چیز ہے۔

ممکن ہے کہ بعض ایسے مواضع بھی ہوں کہ اس کی جہت قبلہ مغربین یا مشرقین پر منطبق ہو۔

آنے والے کسی مضمون میں اس کی بھی نشاندہی کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہاں علی گڑھ کے قبلہ کا بیان ہی زیادہ مناسب رہے گا اگرچہ نئی روشنی کی تحقیق سے تو نقطۂ مغرب ہی قبلۂ ظاہر ہے محققین علی گڑھ نے جس سے انحراف کو برداشت نہ کیا اور انہدام عیدگاہ کو فرض قرار دیا۔

دو چار مقامات

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا فرمان عالیشان =مغرب اہل مشرق کا قبلہ ہے= کا مطلب بعض علماء نے یہ بیان کیا کہ جب اہل مشرق کا مصلی مغربین سے خارج ہوتو جہت قبلہ سے خارج ہوجائے گا اور اس کی نماز باطل ہوگی۔

سابقہ مضامین میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ نقطۂ استقبال سے یمین وشمال 45-45 درجہ تک جہت استقبال ہے۔چاہے یہ بین المغربین والمشرقین سے خارج ہو اور 45-45 درجہ سے زائد انحراف خارج جہت قرار پائے گا چاہے بین المشرقین والمغربین میں داخل ہو۔ پھر اس پر یہ کہنا کہ بین المغربین سے خارج جہت سے خارج ہے اسی کو ضابطہ بنا کر عام بلاد مشرقیہ پر حکم لگانے کا ماحصل یہی ہوگا کہ عام بلاد مشرقیہ کا بین المغربین قریب 90 درجے کا ہے اسی طرح بلاد مغربیہ کا بین المشرقین 90 درجے کا ہے اسی لئے تو علامہ برجندی نے اسے ماننے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ یہ گنتی کے چند مواضع ہیں جن کا حکم تمام بلاد کے لئے مناسب نہیں بلکہ یہ حکم بعض مقامات کے ساتھ خاص ہے علامہ برجندی کے اس بیان پر فاضل بریلوی نے فرمایا کہ......................

> ''اقول بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو۔(رضویہ۔صفحہ 36۔جلد 3)

اسی صفحہ میں چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں............... ''عامۂ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں مابین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہوسکتی جب تک 45 درجے سے زائد نہ ہو۔

☆ علامہ برجندی نے فرمایا کہ یہ حکم بعض مقامات کے ساتھ خاص ہے۔اس پر امام احمد رضا

نے مزید فرمایا کہ یہ حکم کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے پھران دو چار مقاموں کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ جو شاید آباد بھی نہ ہوں مزید وضاحت فرماتے ہیں غالباً سمندر میں پڑیں۔ مزید تلاش وجستجو کرنے والوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک تابناک مشعل بھی ان کے حوالے کرتے ہیں یعنی استخراج مقامات کے لئے ایک ضابطہ عطا فرماتے ہیں کہ جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور میل کلی 45 درجہ سے زائد نہ ہو۔

فاضل بریلوی کا یہ قول جہاں ایک طرف اہل نظر کو دعوتِ فکر دے رہا ہے وہیں دوسری طرف علی گڑھ کے دانشوروں کو جغرافیہ کا درس بھی دے رہا ہے۔ جہاں ایک طرف علامہ برجندی کے قول پر اس سے روشنی پڑ رہی ہے وہیں دیگر علماء جن حضرات نے مغربین سے خروج کو خروج جہت مانا ان حضرات کو اس سے انداز تحقیق کا ہنر بھی عطا ہو رہا ہے۔

فاضل بریلوی نے فرمایا کہ اس آبادی پر یہ فتویٰ یا حکم تو صادق آسکتا ہے جس کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہے اور وسعت میل 45 درجہ۔ یہاں بھی دو باتیں معیار تحقیق ہیں ایک 45 درجے کی وسعت اور دوسری جہت قبلہ نقطۂ اعتدال۔

مذکورہ وسعت کے عرض بلد کو حاصل کرنے کا قاعدہ یہ ہوگا کہ

ظم میل کلی ضرب جیب 45 درجہ

=ظل عرض بلد ہوگا=

اور میل کلی فاضل بریلوی کی تحقیق کے مطابق 23 درجہ 27 دقیقہ ہے تسہیل کے لئے اسے اگر ساڑھے تیئیس درجے مان لیں کہ تین دقیقے ہی کا فرق ہے تو قابل اعتبار کوئی فرق نہیں پڑے گا اور استخراج سہل ہوگا۔

لہٰذا ظم میل کلی 2.3

× جیب 45 درجہ .7071

= ظل عرض بلد 1.626

☆ جدول ظل میں 1.626 اٹھاون درجے چوبیں دقیقے کا ظل ہے جبکہ اس کا تمام اکتیس

درجے چھتیس دقیقہ ہے اور دائرۂ اعتدال سے نقطۂ شمال یا نقطۂ جنوب کا یہی بعد ہوگا۔

لوگارثیم مقدار کے مطابق اس عرض بلد کو ہم یوں بھی نکال سکتے ہیں:

10.3616981	ظم میل کلی	
9.8494850	جیب 45 درجہ	+
10.2111831		

جدول ظل میں 58 ڈگری 24 منٹ کا یہ ظل ہے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ وہ آبادی جس کا عرض اٹھاون درجہ چوبیس دقیقہ ہے وہی مغربین یا مشرقین سے خارج ہوتے ہی جہت قبلہ سے خارج ہوسکتی ہے۔

پھر اس عرض بلد کی آبادی کو میں نے تلاش کیا تو کرۂ زمین کا ایک بہت بڑا علاقہ نظروں کے سامنے آیا یعنی روس کے جزائر کمانڈر سے ماسکو بلکہ لاتویہ تک کا تقریباً آٹھ ہزار کلومیٹر کا طویل علاقہ اور اس سے بھی آگے اوسلو کا علاقہ پھر برطانیہ کا علاقہ پھر سمندر کے بعد کناڈا کا طویل علاقہ شمالی عرض بلد میں موجود ہے جبکہ جنوبی عرض بلد میں لاطینی امریکی ملک ارجنٹینا کے جنوب میں صرف کچھ جزائر ہیں۔ بہرحال اس عرض پر اتنے مقامات کے باوجود فاضل بریلوی نے فرمایا کہ کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں جبکہ اس عرض پر کثیر تعداد میں مقامات موجود ہیں پھر اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ گرچہ مقامات اس عرض پر بہت ہیں لیکن ہر ایک مقام کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ مغربین یا مشرقین سے خارج ہوتے ہی جہت استقبال سے خارج ہو جائے بلکہ ان مقامات میں سے زیادہ تر مقامات ایسے ہیں جن کا مغربین یا مشرقین سے خارج ہونا سمت قبلہ سے خروج کو مستلزم نہیں اور ان میں ایک مقام تو ایسا آئے گا جس کا قبلۂ حقیقی نقطۂ جنوب ہے مغربین سے 45 ڈگری باہر اور مشرقین سے بھی 45 ڈگری باہر۔ اس ایک مقام کے علاوہ اس عرض کے سارے مقامات کا تعاقب کریں تو اکثر کا حال یہی ہے کہ ایک سمت مغربین یا مشرقین سے درجوں نکل گئے پھر بھی جہت قبلہ باقی ہے وہیں دوسری طرف مغربین یا

مشرقین کے اندر ہی سمت قبلہ سے خارج اور نماز باطل جیسا کہ برطانیہ کا وہ شمالی علاقہ جوگلاسگو اور اسکاٹ لینڈ کے درمیان واقع ہے جس کا طول مغربی پانچ ڈگری چھ منٹ اور عرض شمالی اٹھاون ڈگری چوبیس منٹ ہے اس کا قبلہ مشرق جنوبی ہوگا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

ظم عرض حرم مقدس کو جم فصل طول سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب ظم عرض موقع عمود ہوگا۔

پھر جم عرض موقع عمود کو ظل فصل طول میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو اس بعد یا فرق کی جیب پر تقسیم کیا جائے جو مذکورہ جگہ اور موقع عمود کے درمیان نصف النہار کی چھوٹی قوس ہے۔

اب حاصل تقسیم نقطۂ جنوب سے ظل انحراف ہوگا جیسا کہ......................

	ظم عرض حرم مقدس	2.55
x	جم فصل طول	.7071
=	ظم عرض موقع عمود ہوا	1.80

اور جدول ظل میں یہ مقدار 61^0 ڈگری کا ظل ہے اس کا تمام 29 ڈگری یہی عرض موقع عمود ہے۔

	جم عرض موقع عمود	.8746
x	ظل فصل طول	مرفوع
=	عین عدد معین	.8746 محفوظ

مذکورہ جگہ کا عرض　　اٹھاون ڈگری چوبیس منٹ یعنی

	عرض مقام	$58^0 24'$
-	عرض موقع عمود	$29^0 00'$
=	فرق	$29^0 24'$

پھر محفوظ کو اس مقدار کی جیب پر تقسیم کیا جائے۔

	محفوظ	.8746
÷	جیب فرق	.4909
=	ظل انحراف	1.7816

نقطۂ جنوب سے یہی ظل انحراف ہوگا اور جدول ظل میں ساٹھ ڈگری بیالیس منٹ کا یہ ظل ہے اور اس کا تمام انتیس ڈگری اٹھارہ منٹ ہے۔ یعنی گلاسگو اور اسکاٹ لینڈ کے درمیان کی مذکورہ جگہ کا قبلۂ حقیقی نقطۂ مشرق سے 29 ڈگری اٹھارہ منٹ جنوب کو واقع ہے۔ مذکورہ جگہ کے مصلی انتیس ڈگری ہی نہیں بلکہ نقطۂ مشرق سے اگر 73 ڈگری بھی جنوب کو مائل ہو جائیں پھر بھی ان کی نماز ہو جائے گی کہ مشرقین سے خارج ہیں نہ کہ جہت قبلہ سے۔

لیکن یہی مصلی اگر نقطۂ مشرق سے شمال کی طرف صرف 16 ڈگری مائل ہوں تو یہ خارج جہت ہیں اور ان کی نماز باطل ہوگی۔ جبکہ شمال کی طرف مشرقین کے اندر ہیں پھر بھی نماز باطل ہو رہی ہے اور جنوب کی طرف 73 ڈگری کا انحراف اور مشرقین سے خارج پھر بھی نماز صحیح کہ جہت قبلہ باقی ہے۔

ثابت ہوا کہ صرف عرض کی جانکاری کافی نہیں اور نہ مطلب برآری میں یہ کوئی معین و ممد بلکہ اس کے لئے طول بلد کی معرفت بھی جزء اہم ہے اسی لئے تو سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ارشاد فرماتے ہیں،

> "اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو۔"

امام اہلسنت کی اس قید نے اِن ساری جگہوں کو اس حکم سے خارج کر دیا کہ مشرق ومغرب سے خروج جہت استقبال سے خروج ہے۔

اور اس عرض کے مقامات میں سے جن کا قبلۂ حقیقی نقطۂ اعتدال ہے صرف انہیں مقامات پر یہ حکم نافذ ہوگا کہ مشرقین ومغربین سے خارج ہونا جہت استقبال سے خروج کو

لازم ہے۔

مذکورہ عرض کے مقامات میں سے کوئی بھی مقام اس معیار کا نہیں کہ اس کا قبلہ حقیقی نقطۂ اعتدال ہوسوا دو چار مقامات کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں غالباً سمندر میں پڑیں یہاں دو طرح قید سامنے آئیں ایک اٹھاون درجہ چوبیس دقیقہ عرض میں وہ مقام ہو ورنہ اس سے کم عرض پر واقع مقامات مشرقین یا مغربین سے خارج ہونے کے باوجود جہت قبلہ سے خارج نہیں اور اگر عرض بلد مذکورہ عرض سے زائد ہو تو اس آبادی کا بین المغربین والمشرقین ایک جہت کامل سے زائد ہوگا لہٰذا ان دونوں کے اندر بھی نمازی جہت قبلہ سے خارج ہوسکتا ہے جیسے آئس لینڈ کی راجدھانی رکزاوک جو 65 درجہ کے عرض شمالی میں واقع ہے اور طول مغرب 22 درجہ ہے کچھ منٹ زائد حرم مقدس سے فصل طول تقریباً 62 درجہ۔

عرض مقام پینسٹھ درجہ ظل عرض 2.1445
×جیب میل کلی .3987
= .855
پھر .855x.855= .731
+جیب کلی کا مربع .3987x.3987= .159
= .890
اس کا جذر .943

یہی میل افق رکزاوک کی جیب ہے اور جدول جیب میں اس کے درجات قریب قریب 71 آئے اور اس مقدار کا دوچند 2x71=142 درجات کی وسعت ہوئی جبکہ اس آبادی کا قبلہ جنوب و مشرق ہے اور اس کے مشرقی راس السرطان اور مشرقی راس جدی کے درمیان ایک سو بیالیس درجات آئے اور ایک جہت کامل 90 درجات سے زائد نہیں تو یہاں کے نمازی بین المشرقین میں بھی جہت قبلہ سے خارج ہوسکتے ہیں کہ اس کی وسعت

ایک جہت سے تقریباً پچاس درجات زائد ہیں۔

روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ عرض متعینہ مذکورہ سے زائد عرض بلد کی آبادی مشرقین یا مغربین میں ہی اپنا قبلہ کھو سکتی ہے جبکہ عرض کم کی آبادی کو ان دونوں سے باہر بھی اپنا قبلہ مل سکتا ہے۔اسی وجہ سے امام احمد رضا نے ایک خاص عرض کو اس کی مقدار قرار دیا اور برطانیہ والے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ عرض بھی ناکافی ہے بلکہ اس میں مزید اور قید کی ضرورت ہے اسی لئے تو سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو۔اس نقطۂ اعتدال کی جستجو میں طول بلد کی بھی ضرورت ہوگی لیکن اس طول بلد کے لئے کسی اور دربار میں دستک دینے کی ضرورت نہیں بلکہ فاضل بریلوی کا یہی جملہ = جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو= رہنمائی کے لئے کافی ہے اس جملے سے ہمیں قاعدہ ہاتھ آیا کہ جب نقطۂ اعتدال قبلۂ حقیقی ہے تو یقیناً اس آبادی کا دائرہ سمتیہ اول السموت پر منطبق ہوگا لہٰذا لوگارثیم میں

ظل عرض حرم مقدس سے ظل عرض بلد کو وضع کرکے ماقبی جم فصل طول ہوگا۔

ظل عرض حرم مقدس	$21^0 25'$	9.5935423
-ظل عرض بلد	$58^0 24'$	10.2109808
=جم فصل طول		9.3825615

جدول جیب میں تیرہ درجہ اٹھاون دقیقہ کی یہ مقدار ہے قریب قریب چودہ درجہ کہ دو دقیقہ چیزے نیست۔

اعشاریہ مقدار میں اس کو ہم یوں بھی تلاش کرسکتے ہیں کہ ظل عرض مقدس کو مرفوع سے ضرب دے کر ظل عرض بلد پر تقسیم سے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہی جم فصل طول ہوگا۔لہٰذا

ظل عرض حرم مقدس $21^0 25$ .3921

×نصف قطر مرفوع

=عین اول .3921

پھر اس کو عرض بلد پر تقسیم سے نتیجہ برآمد ہوگا۔

یعنی ظل عرض حرم مقدس .3921

÷ظل عرض بلد '24°58   1.6191

=   .2421

اور جدول جیب میں یہ بھی دو دقیقے کم چودہ درجے کی مقدار ہے۔ یعنی نتیجہ ثانی عین اول ہوا اور یہی جم فصل طول ہے یعنی حرم مقدس کے دائرۂ نصف النہار اور ان آبادیوں کے نقطۂ اعتدال کے درمیان طول میں یہی چودہ درجے کا فاصلہ ہے پھر اس طول کا تمام 76° درجہ ہے یہی فصل طول ہے لیکن یہ نصف شمال کے بارے میں ہوا جبکہ نصف جنوبی میں نصف شمال کا فصل تمام ربع دور پر زائد ہوگا یعنی نصف جنوبی میں یہی فصل ایک سو چار درجے کا ہوگا۔ اس قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق چار ہی مقام کا تصور ہو سکتا ہے پانچویں جگہ ماورائے تصور ہے یعنی یہی چار جگہ متصور ہیں جن کے بارے میں وہ حکم صحیح ہوگا کہ مغربین یا مشرقین سے خروج جہت قبلہ سے خروج کو لازم ہے انہیں جگہوں کے بارے میں علامہ برجندی نے فرمایا تھا بلکہ انہوں نے تو فرمایا تھا کہ یہ گنتی کے چند مواضع ہیں حکم عام نہیں اس پر سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا ،بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں،، سبحان اللہ العظیم یہ ہے اللہ تعالیٰ کی خاص عطا۔ امام احمد رضا نے دو چار کا لفظ ادا فرمایا اور عند العقل کرۂ زمین میں چار سے زائد ایسی جگہ ممکن بھی نہیں کہ جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور مشرقین یا مغربین سے خروج جہت قبلہ سے خروج کو لازم ہو لیکن فاضل بریلوی نے یہ نہیں فرمایا کہ چار مقامات ہیں بلکہ دو چار کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔

میری ناقص رائے میں انداز بیان بھی کسی پوشیدہ خزانے کی رہنمائی کر رہا ہے یہ تو ان مقامات کی تلاش کے بعد ہی اندازہ ہوگا کہ وہ خزانہ کیا ہے۔ یہ چار مقام اصل میں دو دائرۂ عظیمہ کے ان نقاط اربعہ کے تحت ہیں جن کی دوری دائرۂ معدل سے سب سے زائد ہے اور یہ دونوں دائرے حرم مقدس کے نقطۂ سمت الراس اور نقطۂ سمت القدم میں ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں اور ان دونوں دائروں میں سے ہر ایک میں دو۔ دو مقام

اوران دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا مقاطر لہٰذا ان چاروں مقامات میں سے دونصف شمالی میں اور دونصف جنوبی میں حرم مقدس کے نصف النہار سے دومغربی ہیں اور دومشرقی افق حرم مقدس کے اعتبار سے شمالی دونوں نصف بالا میں ہیں اور جنوبی دونوں نصف زیریں میں شمالی میں فصل کم اور جنوبی میں فصل زائد مغربی دونوں میں سے ایک کا فصل کم ایک کا زائد اسی طرح دونوں مشرقی ان چاروں مقامات میں سے فصل کم دونوں بالائے افق زائد دونوں زیر افق امام احمد رضا کے عطا کردہ مشعل کی روشنی سے جب میں نے کرۂ زمین کے بخارات کی تاریکی میں ان چاروں مقامات کی نشاندہی کرنا چاہا جن کا عرض اٹھاون درجہ چوبیس دقیقہ اورحرم مقدس سے بالائے افق فصل طول چھہتر درجہ اور زیرافق دونوں مقام کا فصل طول ایک سوچار درجہ۔اس اسکیل کے مطابق پہلی جگہ روس کا وہ دلدلی علاقہ آیا جوروسی آبادی لینسکی سے تقریباً ساڑھے سات سوکلومیٹر مغرب میں واقع ہے دوسری جگہ گرین لینڈ کی آخری جنوبی سرحد سے جنوب کو دوسوکلومیٹر بحرظلمات کا سفر کرنے کے بعد بائیں ہاتھ کو اسی سمندر میں ایک ہزار سے زائد کلومیٹر چلنے پر وہ سمندری علاقہ آئے گا جو اس اسکیل کے مطابق ہے یعنی اس کا فصل طول حرم مقدس سے 76 ڈگری ہے اور عرض 58 ڈگری 24 منٹ یعنی یہ دوسری جگہ بحرظلمات کی گہرائی میں واقع ہے ۔یہی حال تیسری جگہ کا ہے جو آسٹریلیا کے جنوبی جزیرہ ہوبارٹ سے اور جنوب کو سمندر ہی میں نظر آئے گا اسی طرف تقریباً یہاں سے ایک ہزار سات سوکلومیٹر دور سمندری علاقہ میں یہ جگہ آئی ہے جسے برف کا سمندر کہا جاتا ہے ۔یہ جگہ بھی زیرآب یا زیر برف ہی ہے۔باقی آخری اور چوتھی جگہ کا بھی حال اس سے جدا نہیں بلکہ یہ سمندر میں واقع ہے جوارجنٹینا کے جنوب میں سمندر کا وہ علاقہ ہے جسے Dreg water way کا نام دیا گیا ہے۔آخری دونوں کا عرض $58^0 24'$ ہے جبکہ حرم مقدس سے ان دونوں کا طول 104^0 ہے۔

سبحان اللہ یہی تو فرمایا تھا امام احمد رضا نے مغربین یا مشرقین سے خارج ہونا جہت قبلہ سے خارج ہونے کو قرار دینا کہیں صادق نہیں آئے گا سوا گنتی کے دو چار مقاموں

کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں۔

سبحان اللہ! فاضل بریلوی نے ایک ساتھ چار جگہ کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ چاروں مقاموں کی حیثیت برابر نہیں روس میں جو علاقہ واقع ہے وہ خشکی کا علاقہ ہے لیکن دلدلی و غیر آباد ہے۔ بحر ظلمات میں جو ایک جگہ ملی وہ اور ارجنٹینا کے جنوب والی جگہ Dreg water way دونوں مقام زیر آب تہ سمندر میں اور آسٹریلیا کے جنوب والی جگہ تو زیر برف ہے اسی لئے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں۔ کرۂ زمین میں یہی چار جگہ ہیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہے اور سمت سے خروج جہت سے خروج کو لازم ہے اور یہ چاروں جگہ غیر آباد ہی نہیں بلکہ زیر آب اور زیر برف بھی ہے تو وہ عام حکم دینا کیوں کر صحیح ہوگا جو ان مقامات کے ساتھ خاص ہے اور اہل مشرق کا قبلہ مغربین کے درمیان منحصر کر دیا جائے اسی طرح اہل مغرب کا قبلہ مشرقین کے درمیان۔ یہ ہے امام احمد رضا کا وہ جملہ جس نے روئے زمین کو اپنے احاطے میں سمیٹ لیا ہے کہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں بظاہر پہلی نظر میں لفظ شاید سے فاضل بریلوی کا یہ جملہ ترجی کا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بنظر غائر ترجی یا تشکیک نہیں بلکہ معنیٔ تحقیق سے لبریز نظر آیا۔

بہر حال امام احمد رضا نے ان مقامات کی اس لئے نشاندہی فرمائی کہ علی گڑھ کے محققین نے یہاں عیدگاہ کو ڈھا دینا فرض قرار دیا اور سمت مغرب پر نئی عیدگاہ کی تعمیر واجب قرار دی اور یہ قہری حکم صرف اس لئے نافذ کیا کہ عیدگاہ کا رخ عین نقطۂ اعتدال پر نہیں ہے گویا کہ عین اعتدال سے ذرہ برابر دائیں بائیں انحراف ان حضرات کے نزدیک مفسد نماز ہے یا کم از کم کراہت تحریمی تو ہے ہی جبکہ یہ چاروں جگہ بھی ایسی نہیں کہ نقطۂ اعتدال کے انحراف سے انحراف قبلہ لازم آئے بلکہ جہت سے خروج استقبال قبلہ سے خروج کو لازم ہے۔

دیوار اور قبلہ

ایک دانا اور ایک دیوانہ کا تذکرہ آیا تھا۔ دانا تو جدید دیوار کی رہنمائی میں حرم مقدس کی تلاش میں نکلا جو فلسطین کے قرب وجوار تک پہونچ چکا تھا لیکن دیوانے کو اپنی سابقہ نمازوں کا خیال آیا اور موجودہ دیوار عیدگاہ کی ہدایت پر آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ یمن کے جنوب میں بحیرۂ عرب میں اپنا قبلہ تلاش کرتا رہا اور بحری لہروں سے الجھتا رہا۔ یہ کوئی فرضی افسانہ نہیں بلکہ عیدگاہ کی دیوار خود یہیں بتا رہی ہے اور نئی روشنی والوں کی جدید تحقیق بھی یہی گل افشانی کررہی ہے جس کے بارے میں قارئین کرام کو تو یہ معلوم ہی ہوگا کہ موجودہ عیدگاہ نئی تحقیق پر کس قدر بے چین ہورہی ہوگی بعد استفسار مستفتیان علی گڑھ نے موجودہ دیوار کی پیمائش ساڑھے بیاسی گز بتائی تھی اور نئی روشنی والوں کی دیوار بھی ساڑھے بیاسی گز کی تھی گرچہ ذہنی ہی صحیح لیکن وجود سے کسی کو انکار نہیں تھا۔

جنوب میں دونوں دیواروں کا مبداء ایک تھا جبکہ شمال میں مجوزہ دیوار کا رخ قطب شمالی کی طرف تھا لیکن موجودہ دیوار مجوزہ دیوار کے ساتھ ایک مثلث کی شکل میں مغرب کو مائل تھی۔ شمال میں حقیقی اور فرضی دیوار کے درمیان نوے فٹ کا فاصلہ بتایا گیا لیکن اس فاصلہ اور ان دونوں دیواروں سے جو مثلث بنا مستفتی ہی نے اُن اینگلوں کی پیمائش بتائی اور نہ ہی نئے محققین نے اس پر قیاس آرائیاں کیں اور نہ ہی کسی نے اس کی ضرورت کا احساس کیا جبکہ مسئلہ کا دارومدار انھیں زاویوں کی معرفت پر موقوف ہے اس مثلث کے تینوں زاویوں میں سے جنوبی زاویہ تو کلیدی کردار کا حامل ہے یہی زاویہ بتائے گا کہ عیدگاہ میں پڑھی گئی نمازیں صحیح تھیں یا نہیں اسی اینگل کی تفہیم میں فاضل بریلوی نے متعدد طریقے بتائے تھے ہر ایک کا بیان یہاں منقول نہیں ہے اہل ذوق فتاوائے رضویہ کا مطالعہ فرمائیں۔

انہیں طریقوں میں سے ایک طریقہ سرکار اعلیٰ حضرت نے یہ بھی بتایا تھا اور جنوبی زاویہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا بظاہر مبداء سے ایک تیسری دیوار بنتی نظر آئی جو دونوں دیواروں کے درمیان میں تھی جس نے نوے فٹ کے فاصلہ کو پینتالیس فٹ میں قطع کیا تھا اسی رضوی دیوار کو مثلث کی اصطلاح میں قاعدہ کا نام دیا جاتا ہے اور فاصلہ کا نصف اس پر عمود ہے اب فرضی و حقیقی دیواریں وتر کا کام کر رہی ہیں۔

اس رضوی دیوار کا صرف اضافہ کرنا ہی مقصد نہیں ہے بلکہ جنوبی زاویہ کو سمجھانے میں اسی نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ریاضی داں اچھی طرح سے واقف ہیں کہ اب اگر نصف فاصلہ کو رضوی دیوار پر تقسیم کر دیں تو یہ ظل زاویہ ہوگا اور جدول ظل سے اس کی معرفت آسان ہے اور دونوں دیواروں سے بننے والا زاویہ اس کا دوگنا ہے۔

یا پھر نصف فاصلہ کو دونوں دیواروں میں سے کسی ایک پر تقسیم کر دیا جائے تو ثمرہ جیب زاویہ ہوگا لیکن یہ جنوبی اینگل کا نصف ہوگا۔ بہر حال کلیدی زاویہ کا سمجھنا بڑا آسان ہو گیا۔

ابتداء مضمون میں دانا اور دیوانہ کا تذکرہ آیا تھا۔ دانا نئی دیوار کی رہنمائی میں حرم الٰہی کی تلاش میں تھا لیکن رہنمائی کرنے والوں کے ذہن میں شاید کوئی دوسرا قبلہ رہا ہوگا اور دانا متلاشی کی دانائی نے اسے مدینہ سکینہ **علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام** تک پہونچا دیا کہ نئی روشنی والوں کی مجوزہ دیوار کے رخ میں حرم الٰہی نہ ہو کر حرم نبوی ہی جلوہ فرما ہے اور حرم الٰہی تو بائیں پہلو میں کافی دور رحمت و برکت لٹا رہا ہے۔ اسی طرح دیوانہ یمن کے جنوب سے گذرتا ہوا سمندر میں داخل ہو کر ہچکولے کھاتا رہے گا جبکہ حرم الٰہی اسکے دائیں پہلو میں کہیں دور انوار و تجلیات کی برسات کر رہا ہے۔

فاضل بریلوی نے ان دونوں دیواروں سے بننے والے زاویہ کی تفہیم میں ایک تیسری دیوار بنائی تھی جس نے جنوبی زاویہ کے راز سربستہ سے پردہ اٹھایا تھا لیکن اسی رضوی دیوار نے اپنی خموش زبان سے یہ بھی بتا دیا تھا کہ او دانا اور دیوانہ تمہاری منزل کہیں اور جلوہ فگن ہے تقریب فہم کے لئے سرکار اعلیٰ حضرت نے اس کا نقشہ یوں عطا فرمایا ہے:.................

ز ہ

ء

موجودہ دیوار الف ب مجوزہ نئی تحقیق ج ب

ب سے سیدھا قطب شمالی ء کی طرف یہ نئی روشنی کی دیوار ہے۔

الف ج فاصلہ نوے فٹ اس کا نصف ج ہ 45 فٹ یعنی 30 ذراع عمود ج ب مجوزہ دیوار ساڑھے 82 گز =165 ذراع وتر زاویہ لہٰذا= عمود 30 ذراع ÷ وتر =165 ذراع نتیجہ جیب زاویہ =1818.

جدول جیب میں 10^0 ڈگری 29 منٹ کی یہ مقدار ہے۔ یہ پیمائش ج ب ہ کی ہے ۔ہ ب الف باقی ہے جو اس کے برابر ہے لہٰذا $10^0 29' + 10^0 29' = 20^0 58'$ ہوا یعنی دونوں دیواروں سے جنوب میں بنا ہوا اینگل $20^0 58'$ کا ہے۔

یہی تو فرمایا سرکار اعلیٰ حضرت نے

۶۰×۶۰=۳۶۰۰÷۱۶۵=۱۸۱۸۱۸۱۸ء ۲۱ یعنی کامط ہ

کر مقدار وتر ہوئی اسکا نصف ی ندلب مد جدول جیب میں اس کی

قوس ی کط تو قوس اج یعنی زاویہ اب ج=ک نح یعنی اس کی سمت

قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس درجے جانب غرب ہے۔

(رضویہ صفحہ 38 جلد 4)

یہاں فاضل بریلوی نے موجودہ دیوار کا رخ بتایا ہے کہ یہ دیوار قطب شمالی سے تقریباً 21 درجے جانب غرب ہے لہٰذا اس عیدگاہ میں موجودہ دیوار کے مطابق نماز ادا کرنے والے اسی مقدار میں نقطۂ اعتدال سے جنوب کی طرف مائل ہیں۔

اب اولین ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ علی گڑھ کا قبلہ کیا نقطۂ اعتدال ہے یا اس میں شمال یا جنوب کو انحراف ہے اگر ہے تو شمالی ہونے کی صورت میں اس کو موجودہ

سمت سے جوڑا جائے گا اور جنوبی ہونے کی صورت میں اس انحراف کو موجودہ سمت سے وضع کیا جائے گا بعد وضع ماتقی انحراف قرار پائے گا پھر دونوں کا مجموعہ یا بعد وضع ماتقی اگر 45 درجہ کے اندر ہے تو صحت نماز کا حکم ہوگا اور نئی روشنی والوں کے نئے مفتی کا نیا فتویٰ بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔

علی گڑھ کے استخراج قبلہ کے لئے عرض موقع عمود کا تعین اشد ضروری ہے اور فاضل بریلوی اس کے تعین میں یوں رقم طراز ہیں:

"لوظل عرض مکہ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ - لوجم مابین الطولین لزنو

۹٫۶۹۶۶۱۵۸ = ۹٫۸۹۶۹۲۶۵

قوس این ظل کو کوکح عرض موقع عمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ کزنو سے بقدر اکط لب کم ہے لہٰذا سمت الراس سے جنوب کو واقع ہوا"۔

(رضویہ صفحہ 40 جلد 4)

رضوی قلم کے ان سنہرے نقوش میں علی گڑھ کا عرض موقع عمود صاف جھلک رہا ہے۔ یہ عمود دراصل اس خط مستقیم کا نام ہے جو علی گڑھ کے نقطۂ مغرب سے خارج ہوکر نقطۂ سمت الراس مکہ سے گزرتے ہوئے نصف النہار علی گڑھ تک واصل ہے یہاں یہی پیش نظر ہے اور یہ 26 درجہ 26 دقیقہ اور 28 ثانیہ ہے اس کے استخراج کے لئے سرکار اعلیٰ حضرت نے متعدد طریقے بتائے ہیں جن میں سے کچھ تو اس فن کی کتابوں سے منقول ہیں لیکن زیادہ تر اپنی ایجاد ہیں۔ بہرحال یہاں سرکار اعلیٰ حضرت نے وہ طریقہ اپنایا کہ لوگارثیم ظل عرض مکہ سے علی گرھ و مکہ کے درمیانی فاصلہ کی لوجیب تمام کو منھا کیا ماتقی لوظل عرض موقع عمود ہوا

یعنی لوظل عرض مکہ 9.5935423

-لوجم مابین الطولین 9.8969265

=لوظل عرض موقع عمود 9.6966158

اور جدول ظل میں اس کی قوس 26 درجہ 26 دقیقہ 28 ثانیہ ہے۔ نئی روشنی والوں کی باتیں اگر قابل التفات ہوں یا ان کا اعتبار کیا جائے اور قطب شمالی کو معیار قبلہ قرار دیا جائے تو علی گڑھ

یو پی میں نہیں ملے گا بلکہ یہاں سے جنوب ایم پی کے ضلع مرینہ میں واقع ہوگا کہ قطب شمالی سے قطب جنوبی تک علی گڑھ کے نصف النہار میں یہی وہ خوش نصیب جگہ ہے جس کا قبلۂ نقطۂ مغرب ہے اس کی طرف رخ کرنا بعینہ مکہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے علی گڑھ کے اس مسئلہ پر زیادہ تر لوگارثیم مقدار ہی کو استعمال کیا ہے کہ عام قارئین کے لئے بھی دشوار نہ ہو پھر جوڑنا اور گھٹانا آسان ترین حسابوں میں سے ہے پھر کسی بھی مثلث کو سمجھنے میں جو دشواریاں ہیں Trignomatry جاننے والوں کو اچھی طرح اس کا احساس ہے کہ علم ریاضی کا یہ دشوار ترین شعبہ صرف جوڑنے اور گھٹانے سے ہی حل ہو جائے تو پھر اس سے آسان طریقہ اور کون سا ہو سکتا ہے پھر اس سے چشم پوشی کی کوئی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس میں صرف محبت، محنت اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔

فاضل بریلوی کے اس انداز بیان کو دور حاضر میں رائج طریقۂ تعلیم میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

ظل عرض حرم مقدس $21^0 25$	.392
÷ جم فصل طول $37^0 56$	.7888
= ظل عرض موقع عمود ہوا	.4969

اور جدول ظل میں بعد اسقاط ثانیہ 26 درجے 26 دقیقے اس قوس کی مقدار ہے جو علی گڑھ کے نصف النہار میں اس کے موقع عمود اور معدل کے درمیان چھوٹی قوس ہے۔ نتیجہ وہی برآمد ہوا جو فاضل بریلوی نے فرمایا ہے کہ = کو کوکح

یعنی 26 درجے 26 دقیقے 28 ثانئے

یہاں تو تقسیم سے نتیجہ اخذ کیا گیا لیکن اس کے بجائے ضرب سے یہی ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں کہ

ظم عرض حرم مکہ	2.55
× جم فصل طول	.7887
= ظم عرض موقع عمود	2.0112

جدول ظل میں اس کی قوس 63 درجے 34 دقیقے اس کا تمام وہی 26 درجہ 26 دقیقہ نتیجہ عین اول آیا گرچہ یہاں تقسیم کی جگہ میں نے ضرب سے کام لیا۔

بہر حال فاضل بریلوی نے فرمایا کہ عرض علی گڑھ کزنو سے بقدر اکط لب کم ہے =یعنی علی گڑھ کے نصف النہار کی وہ جگہ جس کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہے وہ علی گڑھ سے ڈیڑھ درجہ جنوب میں واقع ہے یقیناً یوپی سے یہ جگہ باہر ہوگی لہٰذا استقبال قبلہ کے لئے علی گڑھ والوں کو نقطۂ مغرب سے جنوب کو ہی میلان چاہئے لیکن اس کی مقدار کیا ہوگی فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

"لوظل تفاضل طول ۹٫۸۹۱۷۶۷۹+لوجم عرض عمود ۹٫۹۵۲۰۱۳۴
=۹٫۸۴۳۷۸۱۳=-----۹٫۸۴۳۷۸۱۳
-۸٫۴۱۵۶۶۱۸=۱۱٫۴۲۸۱۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس فز نب
اس کا تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے
آٹھ دقیقے نقطۂ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظمہ کے
مواجہ ہوں"۔ (رضویہ صفحہ ۴۰۔ جلد ۴)

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنے ان مبارک الفاظ میں علی گڑھ والوں کو قبلہ دکھا دیا ہے وہ دیکھو نقطۂ مغرب سے بائیں ہاتھ کو دو ڈگری آٹھ منٹ کے فاصلے پر حرم الٰہی جگمگا رہا ہے۔ اور اس میں وہ قاعدہ مرتب فرمایا کہ لوگارثیم ظل تفاصل اور لوگارثیم جم عرض عمود کے مجموعہ سے اس فرق کی لوگارثیم جیب کو منہا کردیں جو علی گڑھ اور اس کے موقع عمود کے مابین ہے یعنی ڈیڑھ درجہ =تو ماحصل ظل انحراف ہوگا نقطۂ جنوب سے اور اسے یوں ترتیب دیا کہ

لوظل تفاصل طول	9.8917679
+جم عرض عمود	9.9520134
محفوظ	9.8437813
-جیب فرق	8.4156618
ظل انحراف از نقطۂ جنوب	11.4281195

جدول ظل میں اس کی قوس 87 ڈگری 52 منٹ ہے اور اس کا تمام دو درجہ آٹھ دقیقہ ہے۔

اگر جدید روشنی کے مطابق عین مکہ فرض ہے تو صرف پرانی عیدگاہ پر آگ بگولہ ہونے کی کیا وجہ جبکہ مجوزہ دیوار بھی عین مکہ پر نہیں ہے۔ جب پہلی پر نماز باطل ہے تو دوسری بھی اس سے جدا نہیں ہے کہ انحراف دونوں میں موجود تو بطلان نماز دونوں میں ہوگا اور اگر یہ بطلان نماز کا حکم خروج جہت تک ممتد ہے اور یقیناً وہ جہت جہت اعتدال نہیں بلکہ جہت استقبال ہے تو دونوں کے مطابق پڑھی گئی نمازیں صحیح ہیں پھر موجودہ کا گرانا فرض اور مجوزہ کا بنانا فرض کیسے ہوا۔

یہاں لوگارثیم عدد سے استقبال قبلہ کا اثبات ہے جس کی وجہ سے اگر بار خاطر ہو تو رائج طریقۂ تعلیم سے بھی اس کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

جم عرض موقع عمود 26 ڈگری 26 منٹ	.8954
×ظل تفاصل طول 37 ڈگری 56 منٹ	.7793
=محفوظ	.6978
پھر محفوظ ÷ جیب فرق 1.5^0	.0262
=ظل انحراف از نقطۂ جنوب	26.633

جدول ظل میں اس کی قوس 87 ڈگری 52 منٹ ہے۔ اور اس کا تمام وہی دو ڈگری آٹھ منٹ نتیجہ وہی بر آمد ہوا، امام احمد رضا نے جو فرمایا تھا، کہ نقطۂ مغرب سے دو درجہ آٹھ دقیقہ جنوب کو علی گڑھ کا قبلہ ہے۔ جدید طریقۂ تعلیم بھی فاضل بریلوی کی تائید و حمایت کیلئے مجبور ہے۔

علی گڑھ کے نقطۂ مغرب سے جنوب مین دو ڈگری آٹھ منٹ پر علی گڑھ کا نقطۂ استقبال ہوا۔

ابتداء مضمون میں یہ بھی گذرا کہ عیدگاہ کا رخ نقطۂ مغرب سے 20 درجے 58 دقیقے جنوب کو پھرا ہے اس سے قبلہ حقیقی کو منہا کریں تو یہ انحراف 18 درجے

50 دقیقے کا رہ جائے گا۔

بالفرض اگر مغربین ہی کو جہت قرار دے دیا جائے پھر بھی عیدگاہ داخل مغرب ہے کہ علی گڑھ کا میل 26 درجے 46 دقیقے ہے جو 5 درجہ 48 دقیقہ زائد ہے یعنی یہ عیدگاہ اور بھی پانچ درجہ سینتالیس دقیقہ جنوب کو پھر جائے پھر بھی تنگ ترین قول کے مطابق بھی خارج جہت نہیں جبکہ علامہ برجندی نے عامۂ بلاد مغربیہ ومشرقیہ کے لئے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا اور فاضل بریلوی نے ثابت کیا کہ یہ حکم کہیں صادق ہی نہیں آئے گا **من شاء فلیطالعها**

پھر اس حکم کے بھیانک انجام کا اندازہ لگانا کوئی دشوار بھی نہیں مثلاً کوئی آبادی ہو اور اس کا قبلہ راس السرطان کا مشرق یا مغرب ہو تو شمال کی طرف ذرہ برابر حرکت سے ہی نماز باطل ہوگی کہ نمازی مغربین یا مشرقین سے باہر ہو گیا لیکن جنوب کی طرف یہاں سے 46 ڈگری 53 منٹ پھر گیا پھر بھی صحیح ٹھہری کہ مغربین یا مشرقین سے باہر نہیں حالانکہ شریعت کاملہ کا حکم اس کے برعکس ہے کہ یہ آبادی حالت نماز میں شمال کی طرف اگر نقطۂ اعتدال سے 68 ڈگری 26 منٹ بھی پھر جائے تو بھی نماز صحیح ہے لیکن 21 ڈگری 34 منٹ کے جنوبی انحراف سے ہی نماز باطل ہوگی۔

یہ احتمال صرف فرضی ہی نہیں بلکہ نفس الامری ہے معمولی توجہ سے اس مقام کا تعین کر سکتے ہیں جیسا کہ خط استوائی کی وہ آبادی جو نصف النہار مکہ سے 64 ڈگری 12 منٹ مشرق یا مغرب میں واقع ہے مشرقی کا حقیقی قبلہ راس السرطان کا نقطۂ مغرب ہے جبکہ مغربی جگہ کا حقیقی قبلہ راس السرطان کا نقطۂ مشرق ہے۔اوران دونوں جگہوں میں سے ایک تو انڈونیشیا میں ہے جو سنگاپور سے جنوب میں سمندر عبور کر کے ساترا کی مشرقی سرحد جو خاص خط استوائی میں واقع ہے اس کا قبلہ مغرب راس سرطان ہے اسی طرح دوسری جگہ کی تلاش کی تو وہ سمندر میں ملی یعنی برازیل کے شہر بیلیم سے خط استوائی پر سمندر میں مشرق کی طرف تقریباً تین ہزار کلومیٹر چلنے پر وہ بحری جگہ آئے گی جہاں کا قبلہ خاص مشرق راس سرطان ہے ۔دونوں جگہوں کے لئے بعض جنوبی انحرف سے نماز باطل ہوگی حالانکہ وہ انحراف مشرقین یا مغربین سے باہر نہیں لیکن اعتدال سے شمالی انحراف 68 ڈگری 26 منٹ تک بھی نماز باطل

نہیں حالانکہ یہ مقدار مشرقین ومغربین سے کافی باہر ہے۔

اس کو مزید اور پرلطف بنانے کے لئے فصل طول کو کچھ اور کم کیا جائے یعنی انڈونیشیائی جزیرہ سماترا کی مشرقی سرحد کے بجائے مغربی سرحد لی جائے تو اس کا قبلۂ حقیقی مغربین سے باہر ہی ہے جبکہ یہ مکہ مکرمہ سے مشرقی شہر ہے۔نئی روشنی والوں کی اگر بات مان لی جائے اور نقطۂ مغرب کو قبلہ قرار دیا جائے تو جو قبلۂ حقیقی چاہے اس کی نماز باطل ہوگی کہ نقطۂ مغرب نہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ بین المغر بین قبلہ ہے اس صورت میں بھی استقبال قبلہ سے نماز باطل ہوگی کہ اس کا رخ مغربین سے باہر ہے حالانکہ شریعت مطہرہ میں یہ استقبال اعلیٰ استحباب کا ہے۔لہٰذا علی العموم بلاد مشرقیہ کے لئے نقطۂ مغرب کو قبلہ قرار دینا تو کسی کا مذہب نہیں ہے بلکہ مغربین کے درمیان قرار دینا بھی بایں معنی ہے کہ عوام پر اس کا ادراک آسان ہے اور یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس سے خارج ہوتے ہی جہت قبلہ سے خارج ہوگیا۔

ماسبق مضمون سے روز نصف النہار کی طرح واضح ہوگیا کہ ایسی جگہ نہ ہونے کے برابر ہے کہ وسعت سے خروج جہت سے خروج ہو اور بعض جگہ تو ایسی ہیں کہ جہت قبلہ مشرقین یا مغربین میں ہی ہے اور اسی کے اندر ہی بعض انحراف سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ برازیل کا وہ علاقہ جو گوانہ سے نیچے خطۂ استوائی پر 59 ڈگری 50 منٹ طول بلد مغربی میں واقع ہے کہ اس کا قبلہ بین المشر قین ہے پھر بھی مشرق راس الجدی کے قریب تک انحراف جہت قبلہ سے خارج کردے گا اور نماز باطل ہوگی جہاں تک علی گڑھ کا سوال ہے تو سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ

> ''معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان ۲۶ درجہ ۴۶ دقیقہ شمال کو راس الجدی اسی طرح جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے''۔

(رضویہ صفحہ 38 جلد 3)

علم مثلث کے جدید طریقۂ تعلیم سے بھی میں نے فتاوائے رضویہ کی اس عبارت کا مفہوم واضح کیا تھا کہ یہی برحق ہے جو سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ افق علی گڑھ میں 26 درجہ 46 دقیقہ تک ہی میل شمس ہے۔

لہٰذا علی گڑھ کا بین المغربین 53 ڈگری 32 منٹ ہوا جبکہ یہاں میل کلی 26 درجہ 46 دقیقہ ہے اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ دیوار قطب شمالی سے 20 درجہ 58 دقیقہ جانب غرب جھکی ہے۔ جس میں سے قبلۂ حقیقی کا جھکاؤ دو درجہ آٹھ دقیقہ اس سے منہا کریں تو باقی رہے گا 18 درجہ 50 دقیقہ۔

بالفرض اگر 20 درجہ 58 دقیقہ ہی میل مان لیا جائے پھر بھی بین المغربین جنوب کو 5 درجہ 47 دقیقہ کا طویل جھکاؤ باقی ہے کہ اس مقدار میں اور جھک جائے پھر بھی نماز باطل نہیں۔

یہ تو تنگ ترین قول کی بنیاد پر ہے جبکہ جہت قبلہ اس سے بہت آگے تک ہے کہ استقبال حقیقی سے 45 درجے کے اندر تک علماء نے جائز قرار دیا اور علی گڑھ کے قبلۂ حقیقی کا جھکاؤ خود دو درجہ آٹھ دقیقہ جنوبی ہے۔ لہٰذا اس عیدگاہ میں نقطۂ مغرب سے جنوب کی طرف 47 درجہ 7 دقیقہ تک جھکاؤ جائز ہے جبکہ دیوار کا میل صرف 20 درجہ 58 دقیقہ ہے۔ یہ دیوار اتنا اور جھک جائے بلکہ اس سے بھی زائد یعنی 26 درجہ 9 دقیقہ اور جنوب کو مائل ہو جائے پھر بھی بطلان نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ جواز ہی کا حکم ہوگا جیسا کہ ماسبق مضمون ''نوے فٹ'' میں اس کا بیان آچکا ہے۔

سبحان اللہ! یہ تھی رضوی تحقیق جس نے نئی روشنی کے نئے محققین اور نئے مفتی کو نئی سمت بتا کر قبلۂ حقیقی تک پہونچا دیا تھا اور اسی ہدایت کا ثمرہ ہے کہ علی گڑھ والوں کے سامنے ان کا قبلہ ان پر آج تک انوار و تجلیات کی بارش کر رہا ہے۔

الحمدللّٰہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ و سراج امتہ الامام الاعظم وابنہ الغوث الاعظم وفداء محبتہٖ المجدد الاعظم ومطیع شریعتہ المفتی الاعظم۔

سلام اعلیٰ حضرت

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہرِ یار ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نو شہِ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور
بھیجیں سب انکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

جملہ کرم فرماؤں سے گزارش

برائے دعائے مغفرت

والد محترم جناب علیم الدین صاحب مرحوم

و

والدہ ماجدہ عظیمہ خاتون صاحبہ مرحومہ

نوّر اللہ مرقدھما

العارض

محمد رفیق الاسلام نوری منظری

مصنف کے نوری قلم کی کچھ نورانی لکیریں

اسماءِ کتب	موضوع
حوالۂ توقیت	جنتریوں کی کچھ عام غلطیوں کا مواخذہ
سوغاتِ نور	کانپور کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
سوغاتِ کرام	بلگرام شریف کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
تنظیم الاوقات	بنگال کے ایک علاقہ کے لئے اوقات نماز اور جہت قبلہ
اپنا قبلہ	علی گڑھ۔ قبلہ۔ سائنس اور فاضل بریلوی
قرن الشّیطان	فتنۂ نجدیت
لجام نوری	چلتی ٹرین پر نماز کیوں جائز نہیں؟

مقالے

مقالہ	موضوع
ایک شبہ کا ازالہ	الموڑا کی پہاڑیاں اور اوقات نماز
علامہ برجندی او ر فاضل بریلوی	جہت قبلہ میں دنیا کی چار منفرد جگہ
شفق او ر صبح	جہاں وقت عشاء نہ ہو وہاں مغرب اور فجر میں خط امتیاز
الھلال	رویت ہلال کی شہادت کتنی دوری تک معتبر
ایک حدیث پاک	وہ علاقے جہاں سورج کچھ ایام تک طلوع یا غروب نہ ہو